امام المفسرین سید المحدثین استاذ العلماء رئیس الفضلاء
مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب
قادری اشرفی رحمۃ اللہ علیہ امیر و شیخ الحدیث دار العلوم
حزب الاحناف پاکستان

تحریر

رضاء المصطفےٰ چشتی

مکتبہ مخزنِ برکات گنج بخش روڈ لاہور

کتاب ـــــــــــ مخزنِ برکات

تحریر ـــــــــــ محمد رضا المصطفےٰ چشتی کوٹلی لوہاراں مغربی سیالکوٹ

تعارف ـــــــــــ علامہ سید محمود احمد رضوی

تقریب ـــــــــــ خواجہ رضی حیدر نبیرہ حضرت وصی احمد محدث سورتی

پیش لفظ ـــــــــــ حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری

طباعت اول ـــــــــــ ۳۰، اکتوبر ۱۹۷۸ ء

تعداد ـــــــــــ گیارہ سو صرف

مطبع ـــــــــــ بختیار پریس لاہور

صفحات ـــــــــــ ۶۰

قیمت ـــــــــــ

ملنے کا پتہ ـــــــــــ مخزنِ برکات گنج بخش روڈ لاہور

کتابت ـــــــــــ محمد امین قصوری حزب الاحناف لاہور

پہلی نظر

مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلماء حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری اشرفی قدس سرہٗ العزیز فضل وکمال اور علم وعرفان کا سمندر تھے۔ حدیث وتفسیر، اصول فقہ وعلوم عالیہ اسلامیہ کے امام اور شریعت وطریقت کے جامع تھے۔آپ کا سینہ عشق رسول علیہ السلام سے مخمور وسرشار تھا آپ نظام مصطفےٰ کے داعی، مسلک حقہ اہلسنت وجماعت کے نقیب مشرب اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مبلغ تھے۔

حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سلسلہ اشرفیہ قادریہ میں حضرت امام العارفین شاہ سید علی حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے اور اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی آپ کو تمام اوراد ووظائف وسلاسل اولیاء اللہ کی اجازت وسند وخلافت عطا کی تھی اور تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما اور اہلسنت وجماعت کے محسن ومربی تھے۔آپ کی وفات حسرت آیات پر عالم اسلام سوگوار ہے آپ کی وفات کا جس شخص نے بھی سنا اس کے لبوں پر برجستہ یہ کلمہ آیا کہ پاکستان ایک اور عاشق رسول سے محروم ہوگیا۔

۱۵ ذیقعدہ	محمد رضاء المصطفےٰ چشتی
۱۳۹۸ھ	کوٹلی لوہاراں مغربی
۱۹۷۸ء	سیالکوٹ

تعارف

از شارح بخاری حضرت علّامہ سیّد محمود احمد رضوی مدظلہ

برادرم محترم محب مکرم جناب رضائے المصطفٰے صاحب چشتی (فاضل جامعہ نعیمیہ لاہور) نے مخزن برکات کے نام سے میرے والد مکرم امام اہلسنت سید المحدثین استاذ العلماء حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ قادری اشرفی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث و امیر دار العلوم حزب الاحناف پاکستان لاہور کی مختصر سوانح حیات مرتب کی ہے۔ اگرچہ حضرت علیہ الرحمہ کے فضل و کمال، علم و معرفت اور جلال و جمال کے اظہار و بیان کے لئے دفتر درکار ہے۔ تاہم چشتی صاحب کی یہ سعی نہ صرف یہ کہ قابل قدر ہے بلکہ حضرت کی سوانح حیات مرتب کرنے والوں کے لئے روشنی اور بنیاد کا کام دے گی۔ فقیر نے مخزن برکات کے بعض مقامات پڑھے ہیں۔ حضرت علیہ الرحمہ کے ارادت مندوں اور اہلسنت کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ مخزن برکات کی اشاعت میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

سید محمود احمد رضوی
مدیر رضوان لاہور

لاہور
۲۱، اکتوبر ۱۹۷۸ء

تقریب

از محترم جناب خواجہ رضی حیدر بنیرۂ حضرت وصی احمد محدث سورتی

سیّد المحدثین حضرت علامہ سید احمد ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات اور خدمات نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کی ایک جامع سوانح عمری لکھنے کے لیے کئی دفتر درکار ہیں۔ لیکن مولانا رضاء المصطفےٰ چشتی صاحب نے نہایت چابکدستی کے ساتھ مخزن برکات کے نام سے حضرت علامہ کی سوانح قلمبند کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے مولانا رضاء المصطفےٰ چشتی کی کتاب مخزن برکات یقیناً ایک معتبر اور معاصر تذکرہ کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ مولانا چشتی کو ایک عرصہ تک حضرت علام کی شخصیت کا بڑے قریب سے مشاہدہ کرنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ حضرت علامہ سید احمد ابوالبرکات قادری کی ذات برصغیر میں عوام اہلسنت اور علماء اہلسنت کے لیے بلا تفریق حجت کا درجہ رکھتی تھی۔ آپ کی سیاسی اور مذہبی خدمات ہماری تاریخ کا سنہرا باب اور عظیم سرمایہ ہیں۔ جن کا تذکرہ جہاں ایک قومی خدمت ہے وہاں کار ثواب بھی ہے۔ یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ مولانا محمد رضاء المصطفےٰ چشتی نے اس قومی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ احسن خدمت انجام دی اور نہایت ہی مختصر عرصہ میں مخزن برکات نامی تذکرہ مرتب کر لیا۔ حضرت علامہ سید احمد ابوالبرکات قادری سے نئی نسل کو متعارف کرانے کے لیے یہ تمام سنی

دانشوروں اور لکھنے پڑھنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے طور پر حضرت علام کی خدمات کو تذکرہ یا مضامین کی شکل میں مرتب کر کے شائع کریں۔ تاکہ ہماری قومی تاریخ سید صاحب قبلہ کے تذکرہ سے محروم نہ رہے۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا محمد رضاء المصطفیٰ چشتی کو مزید زورِ قلم اور قوتِ اظہار عطا فرمائے اور وہ اسی طرح اپنے اکابر کے تذکرہ کو عام کرنے میں قلم بدست مصروف رہیں۔

خواجہ رضی حیدر
سب ایڈیٹر روزنامہ حریت کراچی

۱۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء
(سنی کانفرنس) ملتان

پیش لفظ

از حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری قدس سرہ استاذ المحدثین راس المحققین امام اہلِ سنت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند رشید تھے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات اور ان کی دینی ملی اور علمی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ مغربی پاکستان میں سنیت کی نشاۃِ ثانیہ کا سہرا حضرت سید دیدار علی شاہ علیہ الرحمۃ کے سر بندھتا ہے۔ ان کے بعد ان کے نامور لائق اور فاضل صاحبزادگان نے کمال ہمت و ذہانت سے کام کو آگے بڑھایا۔ حضرت علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری مغفور و مبرور نے میدانِ خطابت و سیاست میں قائدانہ صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا تو علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ والرضوان نے مسند درس و تدریس اور افتاء کو رونق بخشی اور اطراف و اکناف عالم کے علماء آپ کے فتاویٰ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے اور طالبان علوم دینیہ دور و دراز کا سفر کر کے آپ کے خرمن فیض سے خوشہ چینی کرنے کے لیے حاضر ہوتے غرض کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فاضل ترین شاگرد

مرید اور خلیفہ کی فقاہت کو اپنوں اور بیگانوں دونوں نے تسلیم کیا اور فقہی مسائل کی پیچیدگیوں اور مشکلات کے وقت حضرت ابوالبرکات ہمیشہ مشکل کشا ثابت ہوئے اور کبھی کسی کو مایوسی نہیں ہوئی۔

علامہ ابوالبرکات قادری نے مسلک حنفیہ اہل سنت کی جو عظیم خدمات سرانجام دیں ان کے بیان کرنے کے لیے ایک ضخیم دفتر درکار ہے۔ بلبل بستان رسالت حضرت مولانا محمد یار فریدی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ

"اگر سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ لاہور آکر درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع نہ کرتے تو سارا پنجاب وہابی مذہب کو قبول کر لیتا" (مفہوماً)

حضرت مولانا پیر غلام قادر اشرفی مدظلہ (لالہ موسیٰ) نے بیان کیا کہ "حزب الاحناف" کے سالانہ جلسہ میں مولوی محرم علی چشتی مرحوم و مغفور نے اپنی تقریر کے دوران فرمایا

"حضرت مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اہل سنت علمی طور پر یتیم ہو گئے تھے اور مخالفین کے سامنے اپنے کسی عالم کا نام پیش نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل سنت پر اپنا یہ کرم خاص کیا کہ حضرت سید دیدار علی شاہ اور ان کے صاحبزادوں کو لاہور منتقل کر دیا۔ اس خانوادۂ سادات الور کی آمد سے ہمارے سر فخر سے اونچے ہو گئے ہیں۔"

اس برگزیدہ خاندان کی علمی و دینی خدمات اور علمی کمالات پر مشتمل ایک مبسوط تذکرہ مرتب ہونا چاہیے۔ جناب رضاء المصطفےٰ چشتی نے حضرت ابوالبرکات سید احمد قادری کے مختصر حالات زندگی قلم بند کئے ہیں۔ جو ان کے جہلم شریف کے موقع پر منظر عام پر لانا چاہتے ہیں۔ چشتی صاحب کی یہ ابتدائی کوشش ہے۔ بلکہ

سید صاحب قبلہ کے ذی علم تلامذہ کو دعوت ہے کہ حضرت کے شایانِ شان ایک ایسی سوانح عمری مرتب کرنی چاہیے جو جدید تقاضوں کو پورا کرتی ہو۔ میرے خیال میں اس خدمت کو باحسن وجوہ جو شخصیت سرانجام دے سکتی ہے۔ وہ مولانا علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ کی ذاتِ گرامی ہے۔

لاہور

۱۸، ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ

محمد موسیٰ عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوانحی خاکہ

سید ابوالبرکات نور اللہ مرقدہٗ

۱۳ ھ ۹۸

ابوالبرکات سرمایۂ حیات

۱۳ ھ ۹۸

رضا المصطفیٰ چشتی

مفتیٔ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری قدس سرہٗ

۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء — ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء

ہندوستان کی مشہور ریاست الور میں پیدا ہوئے آپ کے والد بزرگوار امام المحدثین سید دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ ممتاز عالم دین اور صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مکرم کے دار العلوم قوت الاسلام ریاست الور میں حاصل کی اس وقت دار العلوم میں مولانا عبد الکریم مولانا ظہور اللہ حضرت پُردل خان مدرسین تھے۔ اس کے بعد آپ نے مولانا ارشاد حسین رامپوری، مفتی زین الدین مولانا افضل خاں، قاضی امداد علی، مفتی سعد اللہ خاں، مفتی لطف اللہ خاں رامپوری اور مولانا صوفی عبد القیوم سے بقیہ درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ اہل سنت وجماعت مراد آبادی میں داخلہ لیا اور درس نظامی کی آخری موقوف علیہ کتابیں پڑھیں۔ بعد میں اس دار العلوم کا نام قبلہ سید صاحب کی تحریک پر ۱۳۵۲ ہجری میں جامعہ نعیمیہ رکھا گیا۔ جو ہندوستان میں اہل سنت کی معروف دینی درسگاہ ہے۔ سنیوں کے تاریخی رسالہ السواد الاعظم مراد آباد کا پہلا شمارہ آپ ہی کی نگرانی و نظامت میں شائع ہوا۔ پھر آپ نے اپنے والد مکرم کے پاس آگرہ میں دورۂ حدیث کی کتابیں مکرر پڑھیں اور علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ ان دنوں آگرہ علم و سیاست کا مرکز تھا۔

۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء میں حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (رحمۃ اللہ علیہ) اور اپنے والد گرامی کی معیت میں امام اہلسنت اعلیحضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں بریلی شریف حاضر ہوئے۔ اعلیحضرت نے عظیم باپ اور عظیم بیٹے دونوں کو تمام علوم عالیہ اسلامیہ درس نظامی قرآن حدیث فقہ تفسیر و اصول اور تمام اعمال و اذکار سلاسل اولیا

خصوصاً سلسلہ قادریہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی اور اپنے دست خاص سے سند خلافت لکھ کر عطا فرمائی ______ استاد گرامی صدر الافاضل اور والد محترم مولانا سید دیدار علی شاہ تو واپس آ گئے اور حضرت علامہ ابوالبرکات اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی خدمت اقدس میں ٹھہر گئے۔ تقریباً پونے دو سال امام اہلسنت کی خدمت میں رہ کر فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی اور فیوض روحانی کا اکتساب کیا۔ ان دنوں اعلحضرت کے فتاویٰ رضویہ کی جلد اول کی طباعت شروع تھی۔ اعلحضرت نے علامہ سید ابوالبرکات کو اس کی طباعت اور تصحیح کا نگران مقرر کیا۔ اور بہار شریعت کے پہلے تین حصے بھی آپ نے ابوالعلائی پریس آگرہ میں طبع کرائے۔ ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء میں جب کہ تحریک خلافت زوروں پر تھی۔ ندوہ کے اثرات بڑھ رہے تھے۔ ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالماجد بدایونی مولانا فاخر الہ آبادی، وغیرہ علماء خلافت کے پلیٹ فارم پر ہندو مسلم اتحاد کے لیے تقریریں کر رہے تھے۔ مگر مولانا سید دیدار علی شاہ مفتی آگرہ اور علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری چونکہ دو قومی نظریہ کے حامی تھے اور ہندو مسلم اتحاد کو شرعاً ناجائز سمجھتے تھے۔ اس لیے یہ حضرات خلافت کمیٹی اور کانگریس کی مخالفت میں جلسے کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے مولانا سید دیدار علی شاہ کی شہرت سارے ہندوستان میں پھیل گئی اور پنجاب میں آپ کے دینی اور سیاسی نظریات کی حمایت کرنے والے مشائخ کرام میں سے امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور سرتاج اولیاء حضرت سید پیر مہر علی شاہ چشتی فاضل گولڑوی پیش پیش تھے۔ لاہور کے دینی علمی اور سیاسی حلقوں نے سید المحدثین سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی حق گوئی اور حق پسندی کے پیش نظر آپ کو لاہور میں جلسوں میں تقریر کرنے کی دعوت دی۔ حضرت محدث الوری نے پنجاب کے دل لاہور میں مؤثر اور مدلل تقریریں فرما کر ذہنوں کو ایک جلا بخشا۔ چنانچہ یہاں کے عوام و خواص کے اصرار پر آپ آگرہ چھوڑ کر ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء میں لاہور تشریف لے آئے اور حضرت علامہ سید ابوالبرکات ان کی جگہ آگرہ کی جامع مسجد کے خطیب اور مفتی مقرر ہوئے۔ بعد ازاں آپ کے والد گرامی نے لاہور

میں جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی خطابت کے لیے آپ کو طلب فرمالیا۔
چنانچہ آپ ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء میں لاہور آئے۔ جامع مسجد داتا گنج بخش کی خطابت کے دوران مولانا محرم علی
چشتی سید محمد امین اندرابی اور خلیفہ مولوی تاج دین کے مشورے سے آپ کو مسجد وزیر خان
میں علوم دینیہ کی تدریس کے لیے مقرر کیا گیا مسجد وزیر خان میں ان دنوں مولانا سید دیدار علی
شاہ خطابت فرماتے تھے۔ قبلہ سید صاحب کی قابلیت اور علم وفضل کی شہرت سارے پنجاب
میں بہت جلد پھیل گئی اور طالبانِ علوم دینیہ بکثرت لاہور پہنچنے لگے۔ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں حجاز مقدس
میں نجدیوں نے فوج کشی کے دوران حرمین شریفین میں بہت سے مقامات مقدسہ اور
مزارات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کو شہید کر دیا۔ جس کے نتیجے میں مفتی اعظم علامہ
ابوالبرکات نے پنجاب میں اس کے خلاف ایک تحریک چلائی اور مقامات مقدسہ کے احترام
کے بارے میں کئی کتابچے تحریر فرمائے جو انجمن حزب الاحناف کی طرف سے شائع کیے گئے۔
انہیں ایام میں ملک میں ہندوؤں کی طرف سے فتنۂ ارتداد یعنی شدھی کی تحریک شروع کی گئی
اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو معاذ اللہ مرتد کرنے کے لیے بڑا وسیع پروگرام بنایا تو حضرت
صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے مراد آباد میں ایک اسلامی تبلیغی
مرکز قائم کیا اور علامہ سید ابوالبرکات صاحب اور امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری
نے پنجاب میں ایک تبلیغی مرکز بنایا اور آریہ سماجیوں کے خلاف مبلغین تیار کیے۔ جب کہ ہندو مسلم
اتحاد کا غلغلہ بلند کرنے والے منافرِ زریہ پر تھے۔ اس وقت حضور مفتی اعظم قبلہ سید صاحب اور
ان کے بزرگوں نے استقامت کی راہ ترک نہ کی پوری قوت سے اس فتنے کا سدباب کیا اسی سلسلے
میں آپ پر خنجر سے حملہ بھی کیا گیا گردن مبارک پر چھ انچ لمبا زخم ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ
رکھا۔ مسجد وزیر خان میں درس نظامیہ کا سلسلہ ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء ہی میں شروع ہو گیا تھا اور حضرت سید
صاحب درس نظامی کی تدریس کے فرائض احسن وجوہ انجام دے رہے تھے۔ انجمن حزب الاحناف
ہند لاہور کے نام سے یہ مدرسہ پنجاب میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا تھا جس کی بنیاد حضرت امام اہلسنت

مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے رفقاء کے تعاون سے ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء میں رکھی تھی، تاہم ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۶ء کی مجلس مشاورت میں اس مدرسہ کو ایک عظیم دارالعلوم کی شکل دی گئی، اور اس کے دائرہ کار کو وسیع کر دیا گیا۔ اسی سال ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء میں حضرت سید صاحب نے لوکو ورکشاپ لاہور میں جمعہ پڑھانا شروع کیا۔ یہاں آپ نے باون سال مسلسل خطبہ دیا۔ آپ کے خطبہ جمعہ میں ہزاروں کا اجتماع ہوتا تھا۔ ورکشاپ کے ملازمین کے علاوہ شہر سے بھی کثیر تعداد میں مسلمان آپ کا خطبہ جمعہ سننے کے لیے وہاں جمع ہوتے۔ خطبہ جمعہ اتنا موثر ہوتا کہ سینکڑوں غیر مسلموں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا اور مسلک حقہ اہلسنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت کا آپ نے ایک معیار قائم فرمایا۔ مسجد وزیر خان کا وسیع صحن علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس کا مرکز بن گیا۔ طلباء کی تعداد میں روز بروز اضافے کی وجہ سے اور بعض "مصالح" کی بناء پر مسجد وزیر خان کے اس وقت کے متولی مرزا ظفر علی جج نے اختلاف شروع کر دیا۔ چنانچہ سید المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ محدث الوری نے مسجد کی خطابت سے استعفیٰ دے دیا۔ مرکزی انجمن حزب الاحناف کا ایک مشاورتی جلسہ حضرت مولانا محرم علی چشتی کے مکان پر بروز اتوار ۲۷ فروری ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷ء کو ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا:-

"حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب نے مذہبی وجوہات کی بناء پر مسجد وزیر خان کے تعلقات سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور مولانا اپنے وطن مالوف کو جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور ان کے تشریف لے جانے سے نہ صرف لاہور بلکہ پنجاب میں حنفی جماعت کو نقصان عظیم پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا مولانا سے درخواست کی جائے کہ وہ سردست اپنے ارادۂ روانگی کا التواء فرمائیں اور دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف میں درس حدیث کے فرائض بدستور ادا فرماتے رہیں۔"

چنانچہ حضرت محدث الوری نے احباب کی اس درخواست کو قبول فرما لیا اور تبلیغ و اشاعت دین میں مشغول رہے۔ دارالعلوم حزب الاحناف کا ابتدائی دور بڑی بے سروسامانی کا تھا۔ مسجد وزیر خان

سے نکل کر لنڈا بازار اور پھر وہاں سے یکی دروازہ بھر دائی انگہ کی مسجد اور بعد ازاں مائی لاڈو کی مسجد میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ بالآخر اندرون دہلی دروازہ شیر شاہ سوری کے زمانے کی تعمیر شدہ تین گنبدوں والی مسجد دارالعلوم کے لیے منتخب کی گئی۔ یہ مسجد غیر آباد تھی، اس کی صفائی اور مرمت کی گئی۔ سب سے پہلے امیر ملت سید جماعت علی محدث علی پوری نے پانچ سو روپیہ مسجد اور دارالعلوم پر خرچ کیا اور بہت تھوڑی مدت میں دارالعلوم نہایت عروج پر پہنچ گیا آپ کے علاوہ آپ کے والد محترم حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ مولانا عبدالقیوم اور مولانا عبدالحنان جیسے قابل حضرات شریک تدریس تھے۔ سب سے پہلے جلسہ دستار فضیلت میں پاک و ہند کے نامور مشاہیر علماء کرام و مشائخ عظام جن میں سے صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی حجتہ الاسلام شہزادۂ اعلحضرت مولانا حامد رضا خاں، مولانا عبدالعزیز خان محدث، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مفتی اعظم ہند، مولانا مصطفےٰ رضا خاں، آفتاب چشتیاں، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی مخدوم صدرالدین ملتانی، فقیہہ اعظم مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی، شیخ القرآن، امام الدین قادری، مولانا معوان حسین خطیب شاہی مسجد لاہور اور امیر ملت سید جماعت علی محدث علی پوری رونق افروز ہوئے۔ اس جلسے نے پنجاب بھر میں دارالعلوم کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ ملک کے اطراف و اکناف سے بے شمار طلباء جمع ہونے لگے اور آگے چل کر دارالعلوم حزب الاحناف نے بڑے بڑے محدث و مفسر فقیہہ اور مبلغ تیار کیے، جو آسمان شہرت پر آفتاب و مہتاب بن کر چمکے جن میں استاذ العلماء مولانا محمد مہر الدین قاضی، سراج احمد مرحوم، مولانا سید محمد علی رضوی مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی، مولانا غلام دین مرحوم، علامہ عبدالجلیل ہزاروی مرحوم، مولانا حافظ مظہر الدین رمداسی فقیہہ اعظم، مولانا محمد نور اللہ بصیر پوری، مولانا عبدالعزیز مرحوم منڈی بوریوالہ شیخ الحدیث محمد عبداللہ قصوری، حافظ محمد عالم سیالکوٹی، مولانا محمد تازہ گل کابلی، شیخ القرآن، مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا محبوب علی خان بیلی بھینی مرحوم، مولانا غلام ربانی چشتی لالہ موسلے، زینت القراء قاری غلام رسول، علامہ ابوالبیان الہی بخش، مولانا غلام مہر علی چشتیاں شریف،

حضرت پیر حافظ غلام نازک خلف الرشید حضرت مولانا محمد یار فریدی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام ربانی رہاسی نہایت معروف اور ممتاز ہیں اور اپنی تعلیمی تدریسی اور تبلیغی و سیاسی خدمات کی وجہ سے ارض پاکستان پر بلند پایہ شہرت و عزت کے حامل ہیں مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری بر صغیر پاک و ہند میں خاندانِ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی سے نہایت قریبی علمی تعلق رکھنے والے علماء میں سے آخری مرد جلیل تھے۔ آپ کے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مابین صرف دو واسطے تھے۔ یعنی مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب نے حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے اور انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے سند حدیث حاصل کی اور سلسلۂ طریقت میں حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و مجاز تھے۔ اسی نسبت سے آپ اور آپ کے مریدین اپنے آپ کو اشرفی بھی لکھتے ہیں۔

۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء میں شاردا ایکٹ کا فتنہ اٹھا۔ جس کی رو سے نابالغ بچوں کی شادی ممنوع قرار پائی۔ اس ایکٹ کے نفاذ پر آپ نے اس کے خلاف مہم چلائی اور متعدد نابالغوں کے نکاح پڑھائے پاک و ہند کے علماء و مشائخ نے آپ کی پر زور تائید و حمایت کی ——————

—————— چنانچہ قبلہ سید صاحب نے علماء کے ایک وفد کے ساتھ جناب محمد علی جناح اور دوسرے مسلم ممبران کونسل سے دہلی میں ملاقات کی اور انہیں اس مسئلہ کی نوعیت سے صحیح طور پر آگاہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں مجبوراً گورنمنٹ کو اس ایکٹ میں ترمیم کرنا پڑی ۔انہی دنوں شاتم رسول راج پال نے بدنام زمانہ کتاب "رنگیلا رسول" شائع کی۔ جس میں بارگاہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں سخت گستاخیاں کیں۔ لاہور کے ایک نوجوان علم الدین جو حضرت سید صاحب کے درس میں شامل ہوا کرتے تھے اور سید صاحب قبلہ کے درس میں تعظیم اور احترام رسالت مآب کی خصوصی تلقین کی جاتی تھی اور گستاخانِ رسول کی مذمت کی جاتی تھی، علم دین نے حضرت کے درس و تدریس اور مواعظ سے متاثر ہو کر راج پال کو واصل جہنم کر دیا۔ یہی نوجوان غازی علم دین شہید کے نام سے مشہور ہوا، جناب غلام دستگیر صاحب نامی نے اپنی کتاب "غازی علم دین" میں لکھا ہے کہ علامہ اقبال نے کہا کہ غازی شہید

کا جنازہ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ پڑھائیں؛ اس کے علاوہ آپ اپنے والد گرامی سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بھی مجاز تھے۔

۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء میں امام المحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ کا وصال ہوگیا اور ان کے چہلم سے فارغ ہوکر اپنے استاد مکرم صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور شیخ المشائخ حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی اور دیگر علماء اہلسنت کی معیت میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے اور حرمین شریفین کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوکر لوٹے اور واپس تشریف لاکر خدمت دین میں مصروف و منہمک ہوگئے۔ اسی دوران مسجد شہید گنج کی تحریک زور شور سے چلی تو حضرت امیر ملت علی پوری مولانا ابوالحسنات، سید محمد احمد قادری اور مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر مسجد کی واگزاری کے لیے نہایت جدوجہد کی۔ مگر انگریز کی اسلام دشمنی اور مجلس احرار کی سازش اور غداری کی وجہ سے یہ مسجد شہید کردی گئی اور شومئی قسمت سے آج تک اس پر سکھوں کا قبضہ ہے۔ حالانکہ اس تحریک میں مسجد واگزاری کے لیے بے شمار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ خدا وہ وقت لائے کہ یہ مسجد مسلمانوں کی تحویل میں آئے اور خانہ خدا عبادت سے معمور ہو۔

۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان پاس ہوئی اور کانگریس اور احراری علماء نے ہندوؤں سے مل کر دو قومی نظریہ کی شدید مخالفت کی یہاں تک کہ ایک احراری لیڈر نے اپنے جلسوں میں یہ کہنا شروع کردیا کہ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی پے بھی بنا سکے"۔ ان کے مقابل علماء اور مشائخ اہل سنت نے نظریہ پاکستان کی پرزور حمایت کی۔ السواد الاعظم مراد آباد نے زبردست حمایت کی

۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس جو برصغیر کی تاریخ میں ایک عظیم اور مثالی کانفرنس تھی منعقد ہوئی۔ جس میں ہزاروں علماء اور مشائخ نے شمولیت کی۔ علامہ ابوالبرکات اور ان کے ہم مسلک علماء شروع سے ہی دو قومی نظریہ کے علم بردار اور اس سے پہلے ہمیشہ تحریر و تقریر

میں ہندو مسلم اتحاد کی شدید مخالفت کرتے رہتے تھے۔ اس کانفرنس میں نہایت شان و شوکت سے شریک ہوئے اور تحریک پاکستان کی حمایت میں ملک گیر دورے کئے، جس کے نتیجے میں بفضل ایزدی پاکستان معرض وجود میں آیا۔

۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۸ء پاکستان بننے کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا نام جمعیت علماء ہند کے مقابلہ میں جمعیت علماء پاکستان رکھا اور انوار العلوم ملتان کے سالانہ جلسہ کے موقع پر جمعیت کی بنیاد رکھی گئی۔ اس اجلاس میں علامہ ابوالحسنات اور علامہ ابوالبرکات اور محدث پاکستان مولانا سردار احمد لائل پوری، علامہ عبدالغفور ہزاروی، پیر عبدالرحیم بھرچونڈی شریف، علامہ سید احمد سعید کاظمی پیر امین الحسنات آف مانکی شریف، مولانا عبدالحامد بدایونی، شیخ القرآن، مولانا غلام علی اوکاڑوی مولانا مفتی احمد یار خاں گجراتی اور دیگر علمائے کرام شریک تھے۔ اور بالاتفاق علامہ ابوالحسنات کو جمعیت کا صدر اول منتخب کیا گیا۔ سن اڑتالیس ہی میں جب تحریک آزادی کشمیر شروع ہوئی تو علامہ ابوالحسنات اور علامہ ابوالبرکات نے سب سے پہلے اس تحریک کی حمایت کی اور اس جہاد کو اسلامی جہاد قرار دیا۔ جب کہ مودودی صاحب نے فتویٰ دیا کہ جہاد کشمیر اسلامی نہیں ہے۔ سید صاحب نے علامہ ابوالحسنات کی معیت میں دیگر مکاتب فکر علماء سے جہاد کشمیر کے حق میں دستخط کرائے اور پبلک جلسوں میں مجاہدین کے لیے سامان جمع کرنے کی مہم چلائی۔ موچی گیٹ میں ایک عظیم الشان کشمیر کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں صدر آزاد کشمیر بھی شریک ہوئے لاکھوں روپوؤں کا سامان جمع کیا گیا۔ علامہ ابوالحسنات جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ خود محاذ جنگ پر تشریف لے گئے اور مجاہدین میں وہ سامان اور نقد روپیہ تقسیم کیا اور اس کے بعد بھی لاکھوں روپیہ چندہ اکٹھا کرکے ارسال فرمایا۔ انہیں خدمات کی بدولت علامہ ابوالحسنات کو غازی کشمیر کا خطاب دیا گیا۔

۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء میں پہلی دستور ساز اسمبلی نے جو قرارداد مقاصد پیش کی تھی اس میں بھی ان دونوں بھائیوں کی مساعی کا بڑا حصہ تھا۔ پاکستان بننے کے بعد آپ نے عوام و خواص کے دلوں پر یہ بات اپنی تقریر و تحریر کے ذریعے نقش کر دی کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرف اسلام کے نام پر

کیا تھا، لہذا پاکستان کا دستور بھی اسلامی بنیادوں پر ہی مرتب ہونا چاہیئے

۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا۔ اس میں بھی ان دونوں بھائیوں اور ان کے ہم مسلک علماء اور متعلقین نے بہت زیادہ حصہ لیا، علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کو تمام مکاتب فکر کے علماء نے مجلس عمل کا صدر منتخب کیا اور اسی قیادت کے دوران علامہ ابوالحسنات اور دیگر علماء کرام کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ کراچی، سکھر اور حیدرآباد کی جیلوں میں ایک سال تک پابند قید وسلاسل رہے۔ علامہ ابوالحسنات کے اکلوتے صاحبزادے مولانا ابن الحسنات سید خلیل احمد قادری کو پہلے سزائے موت سنائی گئی۔ پھر اس کو بدل کر چودہ سال قید بامشقت کا حکم سنایا گیا۔ الغرض اس سخت امتحان میں بھی دونوں بھائیوں نے نہایت استقامت کا مظاہرہ فرمایا۔ اگرچہ علامہ ابوالبرکات گرفتار نہیں ہوئے۔ مگر انہیں کیا یہ قلق کم تھا کہ بھائی اور بھتیجے کے علاوہ سینکڑوں شاگرد جیل کی صعوبتیں اٹھا رہے تھے۔

۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء میں علماء اہلسنت کا ایک وفد جنگ ستمبر کے بند ہو جانے کے بعد لاہور میں فیلڈ مارشل جنرل محمد ایوب خاں مرحوم سے ملا جس کی قیادت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری نے کی۔ علماء کی گفتگو کے بعد جنرل محمد ایوب خان نے سید صاحب سے دعا کی درخواست کی سید صاحب نے ہاتھ اٹھائے اور چند دعائیہ کلمات فرمانے کے بعد جنرل ایوب خان کو مخاطب کرتے ہوئے نظام مصطفےٰ کے نفاذ کا مطالبہ کیا اور صدر ایوب خان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"دعا کیا کروں آپ نے عائلی آرڈی ننس نافذ کیا ہے۔ جس کی متعدد دفعات قرآنی آیات کے صریح خلاف ہیں۔ آپ ان کو فی الفور منسوخ کریں، اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔ آپ نے شاستری کی ارتھی کو کندھا دیا۔ ایک مشرک کے کے ساتھ ایسا برتاؤ کب جائز ہے "

اس پر صدر جنرل ایوب خان نے عائلی آرڈیننس میں شریعت کے مطابق ترمیم کا وعدہ کیا

اور شاستری کی ارتھی کو کندھا دینے کے متعلق کہا، یہ ایک رسمی چیز تھی سب مجھے مجبوراً شریک ہونا پڑا۔
اس کے بعد حضرت مفتی اعظم قبلہ سید صاحب نے دعا فرمائی۔

"الٰہی صدر محمد ایوب خان اور ارباب حکومت کا پاکستان میں نظام مصطفےٰ علیہ السلام
کو عملی طور پر جاری کرنے کی توفیق عطا فرما اور پاکستان کو اپنی حفاظت میں رکھ"

اس ملاقات میں ان کے نامور صاحبزادہ علامہ سید محمود احمد رضوی اور دیگر علمائے اہلسنت بھی شریک تھے۔ سید صاحب کی حق گوئی اور اعلائے کلمۃ الحق کا یہ عالم تھا کہ ایوبی دور حکومت میں ڈاکٹر فضل الرحمان کے خلاف تاریخی فتویٰ دیا جس کے نتیجے میں تحریک شروع ہوئی، اور آخر الامر جنرل محمد ایوب خان نے ڈاکٹر فضل الرحمٰن کو چھٹی دینے میں عافیت سمجھی۔ سید صاحب علیہ الرحمہ نے عائلی آرڈی ننس میں شریعت کے مطابق ترمیم کا مسودہ مرتب کر کے صدر ایوب خاں کو بھیج دیا۔

۱۳۸۹ ۱۹۶۹ء آپ کو سواد اعظم اہلسنت میں وہ مرکزیت اور مقبولیت حاصل تھی کہ جب کبھی علماء میں تھوڑا بہت اختلاف و انتشار ہوتا تو وہ آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کے نام پر سب لوگ بلا کسی حجت اور لیت و لعل سے جمع ہو جاتے۔ چنانچہ غازی کشمیر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے انتقال کے بعد جمعیت علماء پاکستان دھڑے بندیوں کا شکار ہو گئی تھی اور لادینی تحریکیں عروج پر تھیں اور حقوق اہلسنت پامال ہو رہے تھے۔ علامہ غلام مہر علی چشتی گولڑوی اور شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی نے بعض دیگر احباب اہل سنت کی معیت میں مفتی اعظم پاکستان کی خدمت میں پر درد درخواست کی کہ تمام سُنی علماء آپ کی دعوت پر جمع ہو سکتے ہیں۔ مہربانی فرما کر آپ ان کو دعوت دیجئے تاکہ انتشار ختم ہو اور سواد اعظم اہل سنت صحیح طور پر منظم ہو جائیں۔ آپ نے اس درخواست کو شرف قبول بخشا اور تمام علماء مشائخ اور علماء اہل سنت کو مدعو فرمایا اور دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا اور آپ کی برکت اور جدوجہد سے تمام دھڑے بندیاں ختم ہو گئیں۔ علامہ سید محمود احمد رضوی کو مجلس عمل

جمعیت العلماء پاکستان کا کنوینر مقرر کیا گیا۔ جمعیت کا ایک منشور تیار کیا گیا۔ جس میں نظام مصطفےٰ کے قیام اور مقام مصطفےٰ کے تحفظ کو جمعیت کے منشور کا بنیادی نکتہ قرار دیا اور جمعیت کو عملی سیاست میں حصہ لینے کی پالیسی پہلی مرتبہ متعین کی گئی۔ علامہ سید محمود احمد رضوی کی مخلصانہ اور مجاہدانہ محنتوں سے جمعیت العلماء پاکستان ایک باوقار اور فعال جماعت کی حیثیت میں سرگرم عمل ہوئی۔

۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء میں نیشنل عوامی لیگ کے سربراہ بھاشانی نے دارالسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک کانفرنس منعقد کی۔ جس میں ملک بھر کے سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں نے بھرپور حصہ لیا۔ اس کے ردعمل میں ٹوبہ میں آل پاکستان سنی کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی جس کا انتظام و انصرام قبلہ سید صاحب کے فرزند ارجمند علامہ سید محمود احمد رضوی نے کیا۔ علامہ صاحب کی رہنمائی میں شیخ القرآن، مولانا غلام علی اوکاڑوی نے تمام ملک کا وسیع دورہ کیا اور تمام علماء و مشائخ اہل سنت کو کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی۔ ٹوبہ کا یہ اجتماع نہایت بے مثال پر شکوہ تھا۔ اسی اجتماع میں جمعیت کا انتخاب ہوا۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین صاحب چشتی سیالوی صدر اور حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کو جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا اور ان ہر دو حضرات نے اپنے تبلیغی دوروں سے سُنّیت میں تازہ روح پھونک دی۔ جس کے نتیجے میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں دوسری قدیم سیاسی پارٹیوں کے مقابلوں میں قابل قدر اور نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ جس کی بدولت قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری، مولانا سید محمد علی رضوی، مولانا محمد ذاکر صاحبان جیسے مخلص اور قابل نمائندے اسمبلی میں پہنچے ________ جنہوں نے اسمبلی میں پہنچ کر اسلامی دفعات کے پاس کرانے میں اور انہیں آئین میں شامل کرانے کے لیے وہ عظیم جدوجہد فرمائی جس سے اسمبلی کا ریکارڈ اور تمام ملت گواہ ہے۔

★

۱۹۷۴ء میں جب مرزا قادیانی کی ناپاک ذریت نے مسلمانان پاکستان کی غیرت کو للکارا تو ناموس رسالت کی حفاظت اور ختم نبوت کے تحفظ کے لیے حضرت علامہ ابوالبرکات صاحب کے ارشاد سے حزب الاحناف کے علماء اور طلبہ نے سرگرمی سے تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔ آل پاکستان مجلس عمل قائم ہوئی۔ جس کا سیکرٹری جنرل مفتی اعظم پاکستان کے صاحبزادہ علامہ سید محمود احمد رضوی کو چنا گیا۔ اس سلسلے میں علامہ رضوی نے تحفظ ناموس رسالت کے لیے ملک بھر کا طوفانی دورہ کیا، سینکڑوں جلسوں سے خطاب کیا۔ علامہ رضوی اور شیخ القرآن اوکاڑوی اور اور حزب الاحناف کے فارغ شدہ دیگر علماء پر جھوٹے مقدمے قائم کیے گئے اور انہیں محض سیاسی انتقام کے لیے جیلوں میں ٹھونسا گیا۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان اور ان کے خدام کا یہ عظیم کارنامہ تاریخ کے صفحات پر مثبت ہے۔ جس سے تمام ملت اسلامیہ آگاہ ہے۔ بالآخر مسلمانوں کی متحدہ کوشش اور قربانی کے نتیجے میں قادیانی مسئلہ حل ہوا اور اسمبلی میں قائد اہل سنت شاہ احمد نورانی نے قرارداد پیش کی جس کو بالاتفاق پاس کر لیا گیا اور اس طرح مسلمانوں کا یہ دیرینہ مطالبہ منظور کر لیا گیا اور ختم نبوت کے منکر لاہوری اور قادیانی مرزائی غیر مسلم اقلیت قرار دے دیئے گئے۔

۷۷-۱۹۷۶ء حضرت سید صاحب کی ہدایت اور ارشاد کے مطابق حضرت کے خدام اور تلامذہ نے تحریک نظام مصطفیٰ میں نہایت بھرپور حصہ لیا۔ جیلوں میں گئے، ماریں کھائیں طرح طرح کے مصائب و آلام میں مبتلا ہوئے۔ مگر بفضلہٖ تعالیٰ اپنے موقف پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ایک آمر و جابر اور ظالم حکمران سے نجات عطا فرمائی اور ضرورت اور مجبوری

ہے کے ماتحت ملک میں مارشل لاء نافذ ہوا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ رب کعبہ اور حضور علیہ السلام اور بزرگان دین کے وسیلۂ جمیلہ سے فوجی حکمرانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ بلا تاخیر فوری طور پر ملک میں مکمل نظام مصطفےٰ نافذ کر دیں۔ تاکہ قوم کا اعتماد فوج پر بحال رہے اور قومی و ملی عظیم قربانیاں رائیگاں نہ ہوں۔

۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء آپ برصغیر پاک و ہند میں اپنے دور کے بہت بڑے مفسر، محدث، اصولی، اور فقیہ تھے۔ اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور اتباع سنت اور مسلک میں اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی کے مظہر اتم تھے۔ آپ کے فتویٰ اور تحریروں پر اعلیٰ حضرت کے طرز فکر کا اس قدر غلبہ تھا کہ اگر کوئی شخص اعلیٰ حضرت اور سید صاحب کی تحریر اور فتویٰ کو ملا کر دیکھے تو یہ امتیاز مشکل تھا کہ اعلیٰ حضرت کی تحریر کونسی ہے، اور سید صاحب کی کونسی جن حضرات نے ان دو عظیم ہستیوں کے فتویٰ دیکھے ہیں۔ ان پر یہ حقیقت بالکل واضح اور منکشف ہے۔ درس و تدریس اور تقریر و تبلیغ میں بھی آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی اور آئمہ اسلام اور فقہائے عظام کی آرا سے اعلیٰ حضرت ہی کے اصول کے مطابق استدلال فرماتے تھے۔ کلام مختصر اور نہایت جامع فصاحت و بلاغت سے مشحون و مملو ہوتا تھا۔ صحت اور جوانی کے عالم میں گھنٹوں نہایت قوت بیانی کے ساتھ خطاب فرماتے تھے۔ مذہب مہذب اہل سنت و جماعت کی حقانیت کے دلائل اور مخالفین بد مذہب اور ملحدوں کے اعتراضات اور اشکالات کا جواب ایسے مدلل انداز میں دیتے تھے کہ صاحب عقل سلیم کو تسلیم کے سوا چارہ نہیں تھا۔ بیان میں متانت اور سنجیدگی ہوتی تقریر تو درکنار خلوت میں بھی مخالفین کے خلاف کوئی ناشائستہ کلمہ اور ناجائز جملہ آپ کی زبان پر نہیں آتا تھا۔ خلیق حلیم ملنسار اور روا دار ہونے کے باوجود کلمۂ حق کے کہنے سے کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ عقائد و نظریات کے علاوہ اپنے مریدین و متعلقین اور تلامذہ کو اتباع شریعت کی انتہائی تاکید و تلقین فرماتے تھے۔ آپ کی طبیعت ایک سال سے علیل تھی۔ لاہور کے معروف ترین ڈاکٹروں اور طبیبوں سے علاج کروایا گیا۔ مگر کوئی افاقہ نہ ہوا اور مرض

بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نہایت کمزور اور صاحب فراش ہو گئے۔ مگر اس کمزوری اور نقاہت کے عالم میں آپ نے کبھی نماز قضاء نہ کی۔ بیٹھے کھڑے جس طرح ممکن ہوا حکم شریعت کے مطابق نماز ادا فرماتے رہے۔ اتباع شریعت میں اس کوہ استقامت کا یہ عالم تھا کہ صحت و عافیت کی حالت میں نہ صرف یہ کہ خود مسجد میں تشریف لاکر نماز باجماعت قائم کرتے بلکہ اپنے چھوٹے پوتوں اور نواسوں کو بھی ساتھ لے جاتے اور بعض اوقات کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں نہ پہنچ سکے، تو اپنے کمرے میں ہی بچوں اور حاضرین کو ساتھ لے کر نماز باجماعت کا اہتمام فرماتے، صبر و استقلال کے ایسے پیکر کہ شدید بیماری کی حالت میں کبھی اف تک بھی زبان پر نہ آئی۔ ذکر و فکر کے ایسے پابند کہ شدت مرض میں بھی کلمہ شریف اور درود شریف کا ذکر جاری رہتا اور حاضرین کو بھی درود پاک پڑھنے کی تلقین کرتے۔ حتیٰ کہ آخری لمحات میں بھی آپ کی زبان مبارک سے یا حی یا قیوم سُنا گیا اور آخر مورخہ ۲۰ شوال ۱۳۹۸ھ / ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء بروز اتوار ۴ بجکر ۷ منٹ پر قبل نماز عصر عظیم روحانی پیشوا سراج اہل التقویٰ امام المحدثین حضرت سیّد صاحب علیہ الرحمتہ ہم سے رخصت ہو گئے۔ آپ نے اپنے پیچھے ایک بیوہ دو صاحبزادیاں تین صاحبزادے علامہ سید محمود احمد رضوی، سید حبیب احمد رضوی اور مولانا سید مسعود احمد رضوی چھوڑے ہیں جو کہ علم و فضل میں اپنے خاندان کے صحیح جانشین اور وارث ہیں۔ حضرت سید صاحب ایک بین الاقوامی شخصیت تھے۔ آپ کا روحانی سلسلہ بھی بہت وسیع ہے۔ ہزاروں لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہیں۔ شاگردوں اور تلامذہ کی تعداد بھی بہت وسیع ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت کے تلامذہ و ارادت مند آپ کی مکمل سوانح حیات مرتب کرنے میں عملی قدم اٹھائیں اور آپ کی سیرت علم و فضل اور دینی و ملی خدمات سے متعلق انہیں جو معلومات بھی ہوں، انہیں قلمبند کر کے علامہ سید محمود احمد رضوی کو ارسال کریں تاکہ آپ کی شایان شان سوانح حیات مرتب کی جاسکے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آخری لمحات

ابوالبرکات بہار گلشن وصال

۱۳ ھ ۹۸

سید ابوالبرکات ملکی صفات

۱۳ ھ ۹۸

سعادت کونین سید ابوالبرکات

۱۳ ھ ۹۸

سراج اہل تقویٰ حضرت مفتی اعظم علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ طریقت کے آبدار موتی، مسلک کی پختگی کے کوہ گراں، حسن ایمان، تجسس دین اور جوہر ادراک کے عکاس تھے، ان کی چشم حق نگر کے باعث ایسے ایسے اتفاقی مراحل دنوں میں طے کئے جاتے تھے کہ عقل و فکر ورطہ حیرت میں رہتے تھے آپ ایک عارف کی طرح زندگی کا مفہوم واضح کرتے اور ایک دانائے راز کی طرح انسانیت کے نام مثبت اور امید افزا پیغام دیتے تھے۔ سینکڑوں علماء اور لاکھوں شمع توحید و رسالت کے پروانوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ نگاہ ابوالبرکات سے بے ریا زندگی پاک و مطہر کردار بے غرض خلوص صاف ستھرا باطن بے ضرر وجود کانٹوں سے پاک زبان انتھک جذبۂ خدمت اسلام کا درس ملتا تھا۔ میں بجا طور پر محسوس کرتا ہوں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ سیدی وسندی کے احسانات دنیائے علم وعرفان پر اس قدر زیادہ تھے کہ اگر آپ کے سارے تلامذہ اپنی ساری زندگی ان کا شکریہ ادا کرنے پر لگا دیں تو بھی کبھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ آپ ساری زندگی علم و فضل کی قندیلیں ہی روشن کرتے رہے ان قندیلوں کی روشنی نہ صرف خواص تک پہنچی بلکہ عام خلق خدا بھی ان سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ ان کا دیکھنا ان کے پاس بیٹھنا اور ان کا کلام حق سننا ایک ابدی و سرمدی مسرتیں تھیں جنت کے خواب تھے محبت کے لطیف چشمے دل کے لالہ زاروں سے پھوٹتے تھے، نور ایمان کی چاشنی، لذت اور سوز و گداز عشق اور احترام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ اللہ کیا نہیں ملتا تھا ان کے حضور سے ۔ ؎

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گذرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

راقم الحروف مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام میں میرا کسی ایک

شہر میں قیام نہ رہا۔ کبھی ضروریات زندگی وطن عزیز کوٹلی لوہاراں مغربی میں لے جاتیں اور کبھی تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلہ میں شہر بہ شہر پھرنا پڑتا۔ بیس رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ کو پشاور سے لاہور آیا اور مفتی اعظم پاکستان کی خدمت میں حاضری دی۔ میرے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا کہ قسمت مجھے لاہور اس لئے لائی ہے کہ میں قبلہ سید صاحب کے آخری ایام ان کے قریب گزاروں اور حتی المقدور ان کی جان و دل سے خدمت کروں واحسرتا! آپ کے آخری ایام کے واقعات صفحہ قرطاس پر لاتا ہوں کہ عوام الناس ان کو مشعل راہ بنائیں کہ کس طرح آپ نے بیماری میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی فرماتے ہوئے استقامت کے ساتھ نماز ادا کی اور صبر و ہمت کے ساتھ اپنی بیماری کے ایام کو گزارا سخت تکلیف کے باوجود بھی زبان پر ہائے اور وائے کی بجائے اللہ! اللہ اور یا حیی یا قیوم کی مقدس صدائیں رہیں۔ ذرا افاقہ ہوتا تو درود و سلام سے روحانی سکون حاصل کرتے اس تکلیف میں بھی احباب اور اعزہ کا کتنا خیال تھا کہ ہر ایک سے ان کی عافیت دریافت فرماتے ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" گوجرانوالہ کے ایڈیٹر مولانا محمد حفیظ نیازی کہتے ہیں کہ رمضان شریف کے پہلے عشرہ میں زیارت کیلئے حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے صاحبزادے علامہ سید محمود احمد رضوی آپ کے پاس تشریف فرما تھے سلام عرض کیا۔ فرمایا: کون؟ علامہ رضوی نے عرض کیا! حضور محمد حفیظ، فرمایا: کون محمد حفیظ؟ علامہ رضوی گویا ہوئے: محمد حفیظ گوجرانوالہ سے، فرمایا: رضائے مصطفیٰ والے؟ میں نے عرض کیا! جی حضور! فرمایا: مولانا محمد صادق صاحب کا کیا حال ہے؟ عرض کیا! حضور خیریت سے ہیں، سلام عرض کرتے ہیں۔ فرمایا: تشریف رکھیئے عرض کیا: صرف آپ کی زیارت مطلوب تھی اجازت چاہتا ہوں۔

قاضی مظفر اقبال رضوی کہتے ہیں کہ میرے دوست محمد بشیر جو کہ واپڈا میں ملازم ہیں، پندرہ رمضان کو میرے پاس آئے اور کہا مجھے حزب البحر کی اجازت چاہیے آپ کے والد حضرت مفتی غلام جان ہزاروی دے دیا کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ میں تمہیں حضرت سید صاحب قبلہ کے

حضور سے چلتا ہوں، ان سے عرض کریں گے چنانچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے مزاج پرسی کے بعد مدعا ظاہر کیا۔ حزب البحر کی اجازت مانگی۔ آپ نے طریقہ پڑھنے کا بتلایا اور تحریر بھی کرایا۔ بعد ازاں فرمایا: منظفر آپ کے والد صاحب نے کس مرض میں وصال فرمایا؟

عرض کیا: حضور انہیں سانس کی تکلیف تھی۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے!

عید الفطر کے دوسرے روز علامہ اقبال احمد فاروقی اور حضرت بشیر حسین ناظم ڈائریکٹر وزارت مذہبی امور آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے، سید صاحب قبلہ کے بھانجے جناب سید انوار حسین شاہ بھی کویت سے آئے ہوئے تھے وہ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ہر دو حضرات نے سلام عرض کیا۔ بشیر حسین ناظم نے عرض کیا "حضور اب طبیعت کیسی ہے؟"

فرمایا: علاج سے کچھ افاقہ نہیں چل چلاؤ کا وقت ہے۔

فاروقی صاحب نے عرض کیا: نہیں حضور! ملک وملت کو آپ کے فیوض وبرکات کی ضرورت ہے۔ مولا کریم آپ کو عمر خضر عطا فرمائے!" فرمایا: فاروقی صاحب نہیں اب تیاری عنقریب ہے۔

عید کے تیسرے دن راقم الحروف سید صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت حاجی نصیر الدین ہاشمی جناب سید مختار اشرف رضوی اور دوسرے سب پوتے پروانہ وار اس شمع علم وعرفان کے گرد حلقہ بگوش تھے۔ میں نے سلام عرض کیا دست بوسی کرنے کے بعد آپ کے قریب ہی فرش زمین پر بیٹھ گیا۔ فرمایا: کون ہے؟ سید مختار اشرف نے کہا ابا! رضا چشتی صاحب ہیں اور انہوں نے سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد کا آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے" تو آپ مسکرائے سید مختار اشرف رضوی نے کہا "ابا! آپ سنیں گے؟" آپ نے تبسم فرماتے ہوئے کہا "ہاں سنوں گا۔ راقم نے مضمون سنانا شروع کیا آپ مسکرائے جاتے تھے چہرہ اقدس پر عجیب بہار تھی اور جب میں نے یہ کہا۔

ایک ننھے منے سرخ و سپید چہرے والے بچے نے بارگاہِ کون و مکان ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سوز و گداز کے عالم میں ایک نعت شریف پیش کی آواز کا جادو کچھ نرالا تھا اور بچہ جھوم جھوم کر عجز و انکسار کے ساتھ یوں عرض کر رہا تھا ۔

آنکھوں کا تارا نام محمدؐ — دل کا اُجالا نام محمدؐ

پُوچھے گا مولیٰ لایا ہے کیا کیا — میں یہ کہوں گا نام محمدؐ

صلّی اللہ علیہ وسلّم

نو سالہ بچے کی پیاری آواز نے مجمع پر سحر کر دیا سچائی میں ہمیشہ سحر ہوتا ہے ہر آدمی انگشت بدنداں تھا کیف و سرور کی عجب لذت تھی میں نے دیکھا اہل دل کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے محبت رسول میں مستغرق ہو جانے کے آنسو، انبساط و سرور کے آنسو، عقیدت و محبت کے آنسو! استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ سرمگیں آنکھوں والا حسن کا پیکر شارح بخاری حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی کا نور العین ہے نام پوچھنے پر پتہ چلا انہیں سیّد ندیم اشرف رضوی کہتے ہیں چھوٹے سے بچے میں اتنی تڑپ کیوں نہ ہو ایک تو خاندانی نسبت سیّد دو عالم سے اور دوسری ورثہ میں عشق مصطفویؐ کی دولت ملی ہے یہ اسی کا فیضان کرم ہے!!

سید صاحب قبلہ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے یہ آنسو عشق رسولؐ کے مظہر تھے محبتِ رسولؐ کے امین تھے۔ بہر کیف آپ نے تصدیق کے واسطے اپنے محبوب پوتے سید ندیم اشرف رضوی کو اپنے حضور طلب فرمایا اور ان کی پشانی چھومتے ہوئے فرمایا۔

"نعت شریف آپ نے پڑھی تھی"؟

سیّد ندیم اشرف رضوی نے کہا "ہاں ابّا میں نے پڑھی تھی" تو آپ مسکرانے لگے اور فرمایا۔

"رضا المصطفےٰ چشتی صاحب کو دودھ سوئیاں کھلاؤ"

حکم کی تعمیل ہوئی پھر فرمایا ۔

"چشتی صاحب تم نے یہ مضمون بہت اچھا لکھا ہے لکھتے رہا کرو"

اتنے میں حضرت امین الحسنات مولانا سید خلیل احمد قادری تشریف لے آئے انہوں نے

دست بوسی کی پھر ان سے فرمایا "رضا چشتی صاحب نے کتنا اچھا اور ایمان پرور مضمون تحریر کیا کیا ہے! آپ بھی مجھے سنائیں"۔ انہوں نے دوبارہ مضمون سنایا تو حضور سید صاحب قبلہ نے پھر التفات فرماتے ہوئے چائے پلائی۔ اس کے بعد قبلہ سید صاحب زیادہ علیل ہو گئے اور میں نے وقت حاضری کے واقعات تحریر کرنا شروع کر دیئے جو من و عن درج ذیل ہیں:۔

۱۷ ستمبر بروز اتوار۔ سید صاحب قبلہ کی حالت تشویش ناک ہے بار بار تصور محبوب میں رہتے ہیں۔ نمازوں کے وقت کچھ لمحات بیدار ہوتے نماز ادا کرتے پھر پاس انفاس میں محو ہو جاتے ہیں نماز مغرب کے بعد آپ کے ایک عقیدت مند محمد افضل چغتائی آئے تو فرمایا "درود شریف پڑھ کر دم کرو"۔ انہوں نے درود نجات پڑھا اور آپ کو دم کیا تو بڑے خوش ہوئے۔

۱۸ ستمبر بروز سوموار۔ گذشتہ شب سے حضور کی طبیعت کچھ زیادہ ہی کمزور ہو گئی۔ آنے جانے والوں کی آمد و رفت ہے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی اور ان کے اہل خانہ کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔ سبھی ایک عجیب سے خوف میں مبتلا ہیں۔ خدا رحم کرے سید صاحب قبلہ کے برادر نسبتی مولانا سید محمد علی رضوی صاحبزادگان، علامہ سید محمود احمد رضوی، سید حبیب احمد رضوی اور مولانا سید مسعود احمد رضوی بار بار سید صاحب قبلہ کو دباتے ہیں۔ لمحہ لمحہ کا خیال رکھتے ہیں اور بار بار حال پوچھتے ہیں۔

۱۹ ستمبر بروز منگل۔ صبح ہی صبح ڈاکٹر ندیم افضل آپ کی عیادت کے لئے آئے نقاہت کا غلبہ تھا۔ نبض دیکھی ۵۶ تھی اور بلڈ پریشر ۹۰/۱۰۰ تھا لیکن عزم و استقلال کا پیکر نفی اثبات کے ذکر میں مصروف ہے۔ ڈاکٹر ندیم افضل نے سلام عرض کیا: فرمایا "کون ہے؟" علامہ سید محمود احمد رضوی نے عرض کیا:۔

"ڈاکٹر محمد افضل مرحوم کا بیٹا ڈاکٹر ندیم ہے"۔ تو آپ نے مضبوطی سے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور چہرۂ اقدس پر کیف و انبساط کی رو پھیل گئی۔ اسی اثناء میں ڈاکٹر ندیم نے صاحبزادہ سید مختار اشرف رضوی کو ایمرجنسی ڈرگ کے مہیا کرنے کو کہا جو فوراً منگوالی گئیں۔ ڈرپ لگائی گئی۔ فرمایا "یہ سوئیاں کون لگا رہا ہے"۔

مولانا سید خلیل احمد قادری نے عرض کیا "ڈاکٹر افضل مرحوم کا لڑکا ندیم لگا رہا ہے"۔
اشارۃً فرمایا۔ "ٹھیک ہے"۔ ایک گھنٹے کے بعد طبیعت نارمل ہوئی اور ڈاکٹر ندیم
نے عرض کیا "آپ سونا چاہتے ہیں"۔ فرمایا "ہاں" ڈاکٹر ندیم نے کہا "حضور
سونے والا انجکشن لگا دوں؟" انگلی اٹھا کر کہا "نہیں" چند لمحوں کے بعد آپ
پر غنودگی طاری ہو گئی۔ اسی کے پیش نظر کمرۂ خاص میں آمد و رفت کا سلسلہ
بند کر دیا گیا۔ ایک گھنٹے کے بعد بیدار ہوئے طبیعت میں کچھ بے چینی تھی۔
علامہ سید محمود احمد رضوی سے دیکھا نہ گیا وہ رونے لگے اور بیقراری کے عالم
میں ڈاکٹر سے کہا "ندیم کچھ کرو مجھ سے یہ حالت دیکھی نہیں جاتی ان ڈاکٹروں
سے مشورہ کرو جن سے آپ کا پہلے علاج ہوتا رہا ہے"۔ ڈاکٹر ندیم نے ڈاکٹر وائی
ایم اظہر سے رابطہ قائم کیا۔ حالات بتائے انہوں نے چند ایک امور پر ہدایات
دیں اور کہا تم مناسب دوا دے رہے ہو۔ مگر طبیعت میں کچھ افاقہ نہ ہوا تو جناب
ڈاکٹر افتخار الدین صاحب سے رابطہ قائم کیا گیا۔ انہوں نے کہا سید صاحب
قبلہ کو فوراً میو ہسپتال لے آؤ۔ سید مختار اشرف رضوی، انجم نثار، نصیر الدین ہاشمی
اور ڈاکٹر ندیم افضل آپ کو کار میں لٹا کر ہسپتال لے گئے۔ ڈاکٹروں کی ٹیم نے
مناسب ٹریٹمنٹ کیا کچھ افاقہ ہوا۔ اور آپ کو واپس گھر لے آئے۔ گھر آنے کے
پندرہ منٹ پر ایک صاحب نوجوان آئے۔ انہوں نے علامہ رضوی
سے اجازت لے کر آپ کی زیارت کی اور کہا حضور میں بڑی دور سے آیا ہوں مجھے
قادریہ سلسلہ میں داخل فرمالیں آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "میں نے تمہارا
ہاتھ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا"۔ اوراد اور شجرہ شریف
کی اجازت عطا کی۔ آٹھ بجے رات کے مفتی غلام سرور رضوی، حاجی محمد امین انجمن
طلبۂ اسلام، اقبال احمد چشتی شرکت حنیفہ حضرت پیر سید محمد حسن گیلانی نوری چک سادہ
گجرات، مولانا خلیل اللہ بہاولنگر، حاجی لطیف احمد چشتی کامونکی، صاحبزادہ فضل کریم

لائلپوری، مولانا خدا بخش اظہر شجاع آباد، مولانا اللہ یار اشرفی بہاولنگر، مولانا حافظ نعمت علی چشتی ساہیوال، قاری عبد الحمید قادری، اور مولانا محمد اوّل شاہ رضوی عیادت کے واسطے حاضر ہوئے۔

راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضور فلاں فلاں احباب سلام عرض کرتے ہیں جب مفتی غلام سرور قادری رضوی کا نام لیا تو آپ چونکے اور فرمایا: کیا ہوا؟ مفتی غلام سرور نے عرض کیا: حضور کی کرم نوازی ہے۔" فرمایا: گلبرگ میں کام اچھا ہو گیا ہے" مفتی غلام سرور نے عرض کیا" حضور کی دعا سے وہیں ہوں" فرمایا:

"ملک الرحمٰن نے مسلک کو بہت نقصان پہنچایا ہے وہ وہابیوں سے مل گیا ہے۔ خدا اسے ہدایت دے اہلسنّت اب بیدار ہو رہے ہیں۔ سید اشرف علی جعفری صاحب تنظیم اہلسنّت والے اور ان کے ہمنوا سب پکے سُنّی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی عطا کرے گا"

۲۰ ستمبر بروز بدھ۔ مولانا محفوظ احمد قادری" مکتبہ نوریہ رضویہ آپ کی عیادت کیلئے آئے سلام عرض کیا۔ فرمایا: کیا آپ سکھر سے آئے ہیں؟" عرض کیا" حضور سکھر سے سیدھا یہیں چلا آیا ہوں" پھر وہ آپ کے قریب بیٹھ کر باتے رہے انہیں مولانا محفوظ صاحب کی ایک روایت ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا تو سیدّ صاحب قبلہ نے فرمایا: کچھ پریشان نظر آتے ہو کیا بات ہے"؟ عرض کیا میں نے فتح القدیر کی طباعت شروع کر دی ہے۔ اس کی طباعت کے لئے خرچہ نہیں اس لئے ذہنی طور پر پریشان ہوں" آپ نے فوراً دست مبارک اٹھا کر دعا فرمائی اور فرمایا۔ "مبارک ہو اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے گا" مولانا محفوظ احمد قادری کہتے ہیں کہ دو روز کے بعد میری مشکل آسان ہو گئی اور مطلوبہ رقم باہر سے آگئی۔

۲۱ ستمبر بروز جمعرات۔ آپ آرام فرما رہے تھے قاضی منظر اقبال رضوی آگئے

آپ نے فرمایا: "اٹھاؤ" انہوں نے اور مولانا سید محمد علی رضوی نے اٹھایا اور آپ کو دبانا شروع کیا۔ آپ بڑے خوش ہوئے چہرے پر کیف و انبساط کی کیفیت پیدا ہوئی۔ قاضی مظفر اقبال رضوی نے عرض کیا: حضور مجھے پہچانا؟ فرمایا: مظفر ہے؟ عرض کیا! جی! اس کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ حضور آپ کے دوست حاجی فیروزدین حاضر ہوتے مگر وہ صاحب فراموش ہیں۔ فرمایا: "اچھا بیمار ہیں؟"

۲۲ ستمبر بروز جمعۃ المبارک۔ حکیم اہلسنّت حکیم محمد موسیٰ چشتی امرتسری اور راقم نے مسجد حضرت داتا گنج بخش میں نماز جمعہ ادا کی۔ بعد ازاں سیّد صاحب قبلہ کی عیادت کے لئے جانے لگے تو بارش تیز ہو چکی تھی۔ بھیگتے بھیگتے اسی حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت علالت کی شدت سے نقاہت بے حد بڑھ چکی تھی لیکن اسکے باوجود آنے جانے والوں کو پہچانتے تھے اور اسی حالت میں خود کروٹ بدلتے تھے۔ حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی، اور حضرت مولانا سید محمد علی رضوی آہستہ آہستہ آپ کو دبا رہے تھے نحیف آواز میں فرمایا۔ "آب زم زم شریف پلاؤ"۔

آپ کے چھوٹے صاحبزادے سیّد حبیب احمد رضوی نے تین چمچیاں منہ میں ڈالیں تو ہاتھ سے روک دیا۔ ڈاکٹر ندیم افضل نے عرض کیا: "حضور تھوڑا شہد ملا کر آب زم زم شریف اور پلائیں؟" ہاتھ سے اشارہ کیا تو مولانا سید محمد علی رضوی نے کچھ چمچیاں آپ کو پلائیں۔ چند لمحوں کے بعد آپ نے فرمایا: "درود شریف پڑھو"۔ حکیم اہلسنّت محمد موسیٰ چشتی امرتسری نے درود تاج شریف پڑھا دیگر احباب میں سے مولانا محفوظ احمد قادری اور حضرت صاحبزادہ مولانا سید مسعود احمد رضوی اور تمام سامعین بلند آواز سے درود شریف پڑھنے لگے اور خود حضرت سید صاحب قبلہ بار بار یاحیی یاقیوم برحمتك استغیث اور کلمہ طیبہ کا تکرار کرتے تھے ساری رات اسی طرح گزری ڈاکٹر صاحبان بار بار آ جا رہے تھے شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی حضرت مولانا سید محمد علی رضوی، حضرت ڈاکٹر مظاہر اشرف امیر حلقہ اشرفیہ پاکستان اور مولانا غلام سرور امام مسجد برکاتیہ قریب ہی تلاوت

قرآن مجید کر رہے تھے۔

۲۳ ستمبر بروز ہفتہ رات بھر حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے احباب خاص جناب محترم الحاج بابو سراج صاحب جناب محترم الحاج محمد صدیق صاحب بادامی باغ محترم الحاج شیخ امیر بخش صاحب محترم الحاج ملک محمد رفیق صاحب اشرفی، محترم الحاج حکیم محمد حنیف صاحب نظامی۔ محترم الحاج محمد اعظم صاحب اعظم اینڈ کو، جناب محترم محمد عاشق صاحب لاہور اور دیگر احباب سید صاحب قبلہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے تمام ارادتمندوں کے چہروں پر حزن و ملال اور عجب سی بے کلی اور اداسی ہے دور و نزدیک سے علماء مشائخ مزاج پرسی و عیادت کے لئے آرہے ہیں مسلسل ایک ہفتہ سے ڈاکٹر ندیم افضل حضور کا علاج کر رہے ہیں۔ محترم ڈاکٹر افتخار صاحب (میو ہسپتال)، ڈاکٹر کیپٹن خالد سی ایم ایچ لاہور، اور ڈاکٹر بشیر ملک وقفہ وقفہ کے بعد بلڈ پریشر چیک کر رہے ہیں سات بجے رات قائد اہلسنت شاہ احمد نورانی مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی قاری عبدالحمید قادری زیارت و عیادت کے لئے آئے۔ قبلہ سید صاحب نے فرمایا: "مجھے بٹھاؤ" سب احباب حضور سید صاحب قبلہ کے قدموں میں بیٹھ گئے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی نے عرض کیا: حضور نورانی صاحب آئے ہیں" سید صاحب قبلہ نے مصافحہ فرمایا۔ نورانی صاحب نے حال دریافت کی۔ مولانا عبدالستار نیازی اور دیگر احباب نے دست بوسی کی، جاتی دفعہ سب احباب نے دوبارہ مصافحہ فرمایا۔ نورانی صاحب کے چہرہ سے محسوس ہوتا تھا کہ انہیں زیادہ مایوسی و افسوس ہے۔

۲۴ ستمبر بروز اتوار۔ زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ڈاکٹروں نے علاج تقریباً ختم کر دیا۔ آپ کی حالت سے کوئی بھی مطمئن نہیں تکلیف اور کرب کے باوجود آپ کے خوب صورت چہرے پر فرشتوں جیسی معصوم مسکراہٹ اور لبوں پر اک تبسم ہے۔ علامہ سید محمود احمد رضوی کی آنکھوں سے بے بسی جھلکتی ہے ہر وقت

خاموش خاموش سے رہتے ہیں اندوہناک اور افسردہ ہیں۔ صبح ہی سے علماء مشائخ
جمع ہونے شروع ہو چکے ہیں۔ سبھی چہرے رنج وغم کی عکاسی کرتے ہیں۔ استاذ مکرم
شیخ الحدیث حضرت مفتی محمد حسین نعیمی اور مولانا محمد اوّل شاہ رضوی مجھے ایک
سمت لے جا کر فرماتے ہیں۔

"چشتی صاحب! حضرت مفتی اعظم قبلہ سید صاحب کا وقت آخر قریب
ہے آپ کو چاہیے کہ ان کی مختصر حالاتِ زندگی فوراً قلم بند کر لو اور
روزناموں کو روانہ کرنے کا انتظام کر لو۔"

زندگی اور موت کی کشمکش بھی عجیب ہے زندگی اور موت میں کتنا تھوڑا سا
فاصلہ ہے حسین پھول کی پتیوں جیسا شگفتہ چہرہ جس پر ہفتوں کی بیماری کا ذرا بھر
اثر نہیں وہ وجود اقدس پاس انفاس کی کیفیت میں مبتلا ہے یا حیی یا قیوم اس
کے لبوں پر جاری ہے عزیز و احباب کی محبت مروّت اور دعائیں جاری ہیں یہ کس
کی جدائی کے تصوّر کا کرب ہے! شدید درد ہے! بڑا دکھ ہے! جس کا مداوا نہیں!!!
آہیں بے کار ہو گئیں۔ آنسو خشک ہو گئے اور دعائیں بے اثر ہو گئیں آنے جانے
والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے سب کے دل پژمردہ ہیں چہروں پر حسرت و یاس کے
بادل چھائے ہوئے ہیں۔ کمرہ خاص علماء و مشائخ سے بھرا ہوا ہے اور حضور مفتی اعظم
پاکستان کی بالیں پر علامہ سید محمود احمد رضوی، پیر سید ڈاکٹر مظاہر اشرف، مولانا سید
محمد علی رضوی اور راقم الحروف دائیں طرف مولانا سید مسعود احمد رضوی، سید حبیب
احمد رضوی بائیں جانب قاضی مظفر اقبال رضوی، چوہدری محمود احمد، مولانا معین
الدین شافعی، مولانا عبدالحکیم شرف، مفتی محمد حسین نعیمی، حکیم محمد حنیف اور پائنتی
کی جانب حافظ احسان الحق لائلپوری، مولانا انوار الاسلام رضوی، مولوی بشیر احمد،
مولانا محمد اوّل شاہ رضوی، مولانا احمد حسن نوری کھڑے ہیں سر انور کے قریب
آپ کے سبھی پوتے نواسے اور اعزّا بلند آواز سے کلمۂ پاک اور درود شریف

کی تلاوت کر رہے تھے ۔ وہ گھڑی آگئی جس پر زندگی کے سفر کی انتہا اور سفرِ آخرت کی ابتداء ہوتی ہے ۔ سید صاحب قبلہ کے لبوں کو جنبش ہوتی ہے وہ نحیف آواز میں یا حیی یا قیوم کا تکرار کرتے کرتے خاموش ہو گئے آہ ! یہ کیا ہو گیا ۔ نماز عصر سے قبل چار بج کر سات منٹ پر اہل سنت یتیم ہو گئے ۔ میر کارواں رخصت ہو گیا ۔ یقین نہیں آتا کہ آفتابِ علم و حکمت نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی ہے ۔ ہائے اِک شور برپا ہوا کہ حضرت سید صاحب قبلہ رخصت ہوئے ۔ راقم نے ریڈیو پاکستان ، ٹیلی ویژن ، اے پی پی اور یو پی پی کے علاوہ تمام اخبارات کو بذریعہ ٹیلی فون اطلاع کی ، حکیم اہلسنت محمد موسیٰ چشتی امرتسری ، نے تاریخی مادہ کہا ۔

نور حق مخفی شد

۱۳۹۸ھ

جناب راجہ رشید محمود صاحب مدظلہ نے جو قطعہ تاریخ کہا اس کا تاریخی مصرعہ یہ ہے ؎

سیدِ اربابِ حق مستور شد

۱۳۹۸ھ

قطعہ تاریخ ارتحال

از

حضرت سید شریف احمد شرافت قادری نوشاہی مدظلہ

چوں جنابِ شہ ابوالبرکات — زینت افزائے ملکِ علوی شد

مصرعِ رحلتش شرافت گفت — "آہِ نادرِ زمانہ مخفی شد"

۱۳۹۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غسل و تدفین و مزار

○

باغِ فیض مدام
۱۳ ھ ۹۸

عالی قدر محدث اعظم
۱۹ ع ۷۸

○

رضاالمصطفیٰ چشتی

سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نمازِ مغرب کے بعد صاحبزادہ سیّد جلیب احمد رضوی صاحبزادہ مولانا سید مسعود احمد رضوی، حاجی نصیر الدین ہاشمی، مولانا سید محمد علی رضوی فضل کریم برکاتی اور مولانا محمد علی ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ نے آپ کو غسل دیا۔ دار العلوم حزب الاحناف کے وسیع صحن میں آپ کی میّت رکھ دی گئی۔ ساری رات عقیدت مند زیارت کرتے رہے اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ آپ آرام فرما رہے ہیں۔ چہرہ مبارک گلاب کی مانند تر و تازہ تھا۔ اس گنجینۂ علم و عرفان اور عاشق رسول کی آخری زیارت کے لئے تمام رات اپنے اور بیگانے آتے رہے اس قدر لوگ جمع ہو گئے کہ دار العلوم میں تِل دھرنے کو جگہ نہ رہی تجلّیات کی ایک نورانی چادر سب ارادت مندوں کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ یہ اس مردِ جلیل کی میّت ہے جسے ساقیٔ کوثر کی ذاتِ اقدس سے حد درجہ عشق تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنتے ہی وجد میں آجاتے اکثر فرماتے تھے۔

"دُرود بکثرت پڑھا کرو جو کچھ ہم نے پایا دُرود پاک کے وِرد سے پایا ہے۔"

دو بجے سحری کے قریب شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا سید محمد علی رضوی، قرآن خوانی کر رہے تھے۔ برانڈرتھ روڈ لاہور کے کچھ تاجر حضرات آپ کی زیارت کے لئے آئے انہوں نے دیکھا کہ حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور ان کی چمک جیتے جاگتے انسان کی طرح تیز ہے اور ہونٹ حرکت کر رہے ہیں۔ سبھی ورطۂ حیرت میں آ گئے اتنے میں حضرت امین الحسنات سیّد خلیل احمد قادری خطیب جامع مسجد وزیر خان بھی آ گئے اس کرامت کا چرچہ خاص و عام میں ہو گیا۔ پروانے میّت کے گرد دیوانہ وار کھڑے ہو گئے اور دُرود پاک کا وِرد کرنے لگے۔ مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا سیّد خلیل احمد قادری اور

صاحبزادہ سید مسعود احمد رضوی بلند آواز سے درودِ تاج شریف پڑھنے لگے چند لمحوں کے بعد آنکھیں خود بخود بند ہوگئیں۔

۲۵ ستمبر بروز سوموار نمازِ صبح کے بعد ہزاروں عشاق جمع ہوگئے قرآن خوانی اور درود و سلام کے مقدس نغمے ہر زبان پر جاری تھے۔ نو بجے کے قریب دارالعلوم کے طلباء مولانا غلام سرور برکاتی کی معیت میں حضرت مفتیِ اعظم کی میت کے سامنے کھڑے ہوکر سوز و گداز کے عالم میں حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قصیدہ بردہ شریف پڑھنے لگے اور تمام حاضرین ان کے ساتھ آواز ملا کر پڑھنے لگے۔ دور و نزدیک سے ایک ہی صدا بلند ہورہی تھی۔

مولای صل وسلم دائما ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلہم

احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا پڑھانا آپ کا محبوب مشغلہ تھا اسی میں آپ خوش ہوتے حدیث نبوی سے آپ کے ذوق و شوق اور محبت کا یہ عالم تھا کہ صاحبِ فراش ہوتے ہوئے بھی حدیث مصطفوی کے پروانوں کو اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی ارشادات کے فیض لامتناہی سے نوازتے رہے۔ خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رولاتے تھے۔ بسا اوقات جذب کا یارا نہ رہتا اور بے ساختہ آپ کی زبان پر شعر ذیل جاری ہوجاتا اور سوزِ دل سے آہستہ آہستہ پڑھتے اور تصورِ حبیبِ خدا میں مستغرق ہوجاتے۔

؎ شعلہ تھا جل بجھا ہوں ہوائیں مجھے نہ دو
میں کب کا جا چکا ہوں صدائیں مجھے نہ دو

وہ جن کا وجود سراپا رحمت کی حیثیت رکھتا تھا، جن کا تقویٰ مثالی تھا، جن کے افکار کی روشنی میں جادہ حق کے مسافر اپنی منزل کا سراغ پاتے تھے، جو نور ہدایت کا مینار تھا جو حق گوئی و بے باکی کا مجسمہ تھا، جو دلوں کو اک ولولہ تازہ بخشتا تھا۔ مردہ دلوں کو اک زندگی نو عطا کرتا تھا۔ بھٹکے ہوؤں کو اپنی شعلہ نوائی سے راہ پر لاتا تھا جو عزم و یقین کی قندیلیں لے کر اطراف و اکناف میں دیوانہ وار پھرتا رہا، جہاں گیا روشنی عطاء کی جہاں پہنچا عشق و مستی کی شمعیں روشن کیں، محبت رسول اس کا پیغام اور اطاعت رسول اس کا نصب العین رہا۔ ہمارے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ یہ مجمع صفات اتنی جلدی دار فانی کو چھوڑ کر اپنے محبوب کے جمال جہاں آرا کے مقدس جلوؤں میں بسیرا کرے گا۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ آپ کا وجود مسعود اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں بے شمار علماء و مشائخ کی زیارت کی بڑے بڑے صاحب باکمال دیکھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بہ قدم چلتے نہیں دیکھا۔ حکیم اہلسنت مخدومی حکیم محمد موسیٰ چشتی امرتسری کی ایک روایت ہے کہ :-

"ایک بزرگ مجذوب نے مجھے کہا کہ سید ابوالبرکات روحانی طور پر ناظم لاہور ہیں۔"

زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں آپ کا وہی عمل اور وہی طریق تھا۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رہا۔ آپ کے نزدیک یہ بات انتہائی ناپسندیدہ تھی کہ کوئی شخص آپ کے سامنے سُنن نبوی سے تھوڑا سا انحراف بھی کرے تقویٰ احتیاط، توکل، استغنا، قناعت، سخا، کرم، زُہد، عمل، علم، شجاعت، کلمہ اعلائے حق، اخلاص، اخلاق، ذکر، استغفار، گریہ، دعوت الی اللہ، عشق رسول میں استغراق، سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مسلک کی پاسبانی، مسلک امام اہلسنت شاہ احمد رضا

خاں بریلوی کی حفاظت واشاعت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اپنی جگہ بے نظیر و بے مثال تھے۔

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

اعلان کے مطابق حضرت مفتی اعظم پاکستان کا جنازہ ایک بج کر پنتالیس منٹ پر حزب الاحناف سے اٹھایا گیا۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو کہ پُر نم نہ ہو۔ ہزاروں پروانوں کے جھرمٹ میں صلوٰۃ و سلام اور ذکر اللہ کا ورد کرتے ہوئے ایک بہت بڑے جلوس کی صورت میں آپ کا جنازہ حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر لے جایا گیا۔ یہاں کی حاضری کے بعد سرکلر روڈ کے راستے لوہاری دروازہ اور اکبری دروازہ سے باہر حضرت شاہ محمد غوث قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے چند منٹ یہاں رُکے حاضری کے بعد یہاں سے جلوس آگے بڑھا اور وصیّت کے مطابق آپ کے والد مکرم سید المحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک واقع جامع مسجد چنگڑ محلہ اندرون دہلی دروازہ میں جو مرجع خواص و عوام ہے اور اسی مسجد میں پہلے مدرسہ حزب الاحناف تھا اور حضرت سیّد صاحب قبلہ یہیں درس دیا کرتے تھے، جنازہ اس جگہ تقریباً پندرہ منٹ رکھا گیا۔ خدائے بزرگ و برتر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تین بج کر تین منٹ پر آپ کے چہرۂ اقدس پر جو بالکل خشک تھا یک دم سرخی نمودار ہوئی اور چہرۂ انور پر موٹے موٹے قطرے پسینہ مبارک کے آگئے، دُرود و سلام اور فاتحہ پڑھی گئی۔ جنازہ اٹھایا گیا اور مسجد وزیر خان چوک پرانی کوتوالی اور کشمیری بازار سے ہوتا ہوا مستی دروازہ کے سامنے لایا گیا۔ جنازہ کے شرکاء تمام راستہ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے رہے۔ اکبر ملتانی اور دیگر احباب آگے آگے۔

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

پڑھاتے ہوئے بڑھ رہے تھے اور گاہے گاہے نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں تمام راستے میں چھتوں سے مرد و زن جنازے پر پھول کی پتیاں نچھاور کر رہے تھے۔ بالآخر مینار پاکستان کے پیچھے ہاکی گراؤنڈ میں جنازہ رکھا گیا جہاں نمازِ جنازہ کا اہتمام جمعیت العلمائے پاکستان کے ضلعی صدر قاضی مظفر اقبال رضوی انجمن طلبہ اسلام کی مجلس مشاورت کے مرکزی رکن حاجی محمد امین مرکزی مجلسِ رضا لاہور کے نائب صدر میاں زبیر احمد قادری، حضرت پیر سید محمد حسن گیلانی نوری چک سادہ گجرات اقبال احمد چشتی شرکت حنفیہ، پیرزادہ سید محمد عثمان نوری، قاضی صلاح الدین آفس سیکرٹری مرکزی مجلس رضا لاہور، مولانا محمد شفیع رضوی، قاری عطاء اللہ ایڈیٹر فیضان لاہور نے بڑی محنت سے اس وسیع گراؤنڈ میں لاؤڈ سپیکروں اور وضو کے لئے پانی کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ جنازہ پہنچنے سے قبل ہی ہزاروں کی تعداد میں انسانوں کا جمِ غفیر موجود تھا۔ نعرہ تکبیر و رسالت کی صداؤں میں جنازے کا استقبال کیا گیا۔ اس طرح دو قومی نظریہ کے اس عظیم علمبردار کی نمازِ جنازہ قراردادِ پاکستان کی یاد کے طور پر بنائے جانے والے مینار پاکستان کے سائے میں پڑھی گئی ہزاروں افراد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ نمازِ جنازہ سے قبل زینت القراء قاری غلام رسول نے سورہ رحمٰن کی چند آیات تلاوت کیں۔ امامت کے فرائض ڈاکٹر سید مظاہر اشرف امیر حلقہ اشرفیہ کراچی نے ادا کئے۔ سات ہزار علماء و مشائخ نے شمولیت کی عوام کی تعداد کا احاطہ ممکن نہیں۔ نمازِ جنازہ کے بعد نمازِ عصر حضرت مفتی عزیز احمد بدایونی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور نے اسی گراؤنڈ میں پڑھائی اس کے فوراً بعد زینت القراء قاری غلام رسول نے اعلیٰحضرت امام اہلسنت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلام ؎

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

پڑھنا شروع کیا۔ سامعین کی آوازیں ایک ساتھ مل کر ایک ترنم اور ایک لے میں دیدنی سماں تھا۔ عجب لذت تھی۔ عجب کیفیت تھی۔ عجب سوز دروں تھا۔ ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ دل بے قرار روحیں بے چین، سب محبوب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور فریاد کناں تھے اور پھر ایک آوازہ بلند ہوا ؎

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے — یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا — فرش سے ماتم اُٹھے وہ طیب و طاہر گیا

درود و سلام اور ذکر کلمۂ طیبہ کی گونج میں حضرت مفتیٔ اعظم، محدث اکرم، مفسیر محتشم کا جنازہ ایک بار پھر اٹھا۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ سرکلر روڈ سے اقبال پارک اور پھر واپسی پر ٹریفک معطل رہی۔ جانشین اعلیٰحضرت کے جنازے کو علمائے کرام جوق در جوق کاندھے دینے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ سعادت ہمارے لئے نجات کا باعث ہوگی۔ وصال کی شب گیارہ بجے حضرت ڈاکٹر سید مظاہر اشرف، شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی اور راقم الحروف نے قبر مبارک کے لئے قطب نما کی مدد سے سمت کا جائزہ لیا۔ رات بھر قبر مبارک تیار کرتے رہے زمین پتھریلی تھی لہٰذا بڑی محنت سے یہ کام مکمل ہوا۔

۲۵ ستمبر کی صبح کو ظہر سے معاونین نے قبر مبارک تیار کر لی اور ضرورت کے پیشِ نظر فیصلہ کیا گیا کہ اینٹوں کی چار دیواری کر دی جائے۔ قرعہ فال بنام راقم و حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ چشتی امرتسری، شیخ المشائخ مولانا غلام قادر چشتی اشرفی، حضرت امین الحسنات، مولانا سید خلیل احمد قادری، پیر طریقت مولانا سید محمد حسن گیلانی نوری اور مولانا غلام ربانی چشتی وغیرہم نے اینٹیں اور گارا لا کر قبر مبارک کی تکمیل کی اور سبھی نے قبر مبارک کے اندر درود تاج، درود نجات، آیت الکرسی چھ کلمے ایمان کی صفتیں

اور شجرہ چشتیہ نظامیہ اشرفیہ قادریہ پڑھا۔ کلمۂ طیبہ اور درود و سلام کی صداؤں میں لوچنے چھ بجے شام سیّد العلماء کا جنازہ مبارک حزب الاحناف میں پہنچ گیا دن ڈھل چکا آفتاب نے حزن و ملال سے منہ چھپایا تھا اور شفق کی سرخی خون کے آنسو بہانے لگی تھی۔ اتنے میں جامعہ برکاتیہ کے امام مولانا غلام سرور نے مغرب کی اذان دی۔ نام خدا کے جلال و جمال نے اس سکوت کو توڑا زندگی کے آثار کا پتہ دیا۔ دیوانے اور فرزانے خدا کے گھر کی طرف دوڑے۔ نماز مغرب ادا ہوئی۔ مغرب کی نماز کے بعد لائیک پر اعلان ہوا کہ اب شہنشاہِ طریقت کو ان کی آخری آرام گاہ میں لے جایا جائے گا اور اہل خانہ میت کو صحن سے اٹھا کر قبر مبارک تک لے جائیں گے۔ چنانچہ سیّد محمود احمد رضوی، سیّد مسعود احمد رضوی، سیّد حبیب احمد رضوی، سیّد محمد علی رضوی، سیّد مختار اشرف رضوی، سید مصطفیٰ اشرف رضوی، سیّد مرتضیٰ اشرف رضوی، سیّد نذر اشرف رضوی، سیّد نعیم اشرف رضوی، سیّد فواد اشرف رضوی، سیّد ندیم اشرف رضوی سید برکات احمد رضوی، سید حسنات احمد رضوی، سید ظفر احمد رضوی، مولانا سیّد خلیل احمد قادری اور حضرت ڈاکٹر سیّد مظاہر اشرف الاشرفی والجیلانی امیر حلقہ اشرفیہ کراچی یعنی بیٹوں، پوتوں اور نواسوں نے مضطرب اور دھڑکتے ہوئے دلوں سے جنازہ اٹھایا آہ و فغاں کے ساتھ بزبانِ حال ہر شخص یہ کہہ رہا تھا۔

لحد میں عشق رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سُنی تھی چراغ لے کے چلے

تدفین کے لئے جنازہ اٹھا تو مضبوط سے مضبوط دل رکھنے والوں کو ضبط کا یارا نہ رہا در و دیوار حزب الاحناف سے ایک دائمی کرب کی صدا بلند ہوئی یہ کسی فرد واحد کا جنازہ نہ تھا۔ پوری قوم مسلم کے قائد کا جنازہ تھا۔ بزم برکاتیہ کے پیشوا کا جنازہ تھا۔ مرکز معرفت کا جنازہ تھا۔ طریقت و شریعت کے جامع کا جنازہ تھا۔ پیکر عزت و عظمت کا جنازہ

تھا۔ درود و سلام کی صداؤں میں قبر انور کے نزدیک پہنچے قبر کے اندر زینت القراء قاری غلام رسول، مولانا احمد حسن نوری اور مولانا حاجی محمد علی ناظم جامعہ رسولیہ شیرازیہ اترے۔ ادھر قبر کے اوپر شیخ الحدیث محمد عبداللہ قصوری، شیخ الحدیث مفتی محمد حسین نعیمی، شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا محمد اول شاہ رضوی اور آپ کے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں نے کلمۂ پاک کے مقدس ورد کے ساتھ آپ کو اٹھایا اور جسدِ اقدس کو لحد مبارک میں رکھا۔ میں نے آخری دفعہ چہرہ انور کی زیارت کی خوب صورت چہرے پر فرشتوں جیسی معصوم مسکراہٹ اور پیشانی انور پر پسینہ تھا اور قبر مبارک جنت کا کا باغ محسوس ہوتی تھی۔

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

قاری غلام رسول کہتے ہیں کہ میں نے قبر انور میں آپ کی ایڑیوں کو مضبوطی سے دبایا وہ ریشم سے بھی زیادہ نرم و نازک تھیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ آرام فرما رہے ہیں۔ تینوں احباب قبر سے باہر نکلے اور قبر مبارک کو بالین کی طرف سے بند کرنا شروع کیا جب قدموں کے قریب پہنچے تو آپ کے بڑے پوتے جناب سید مختار اشرف رضوی کے ہاتھ سے ایک اینٹ قبر انور کے اندر گر گئی اسے نکالنے کے لئے آپ کے چھوٹے پوتے جناب سید مرتضیٰ اشرف رضوی کو اندر اتارا، انہوں نے اینٹ باہر نکالی اور آپ کے قدموں کو پکڑ لیا۔ بڑی مشکل سے انہیں باہر نکالا۔ درحقیقت انہیں آخری دفعہ اپنے قدموں میں بلانا مقصود تھا۔ مولانا محمد شفیع رضوی کے ایماء پر قبر مبارک پر پانچ آذانیں بالترتیب مولانا محمد علی قادری، مولانا غلام سرور برکاتی، مولانا احمد حسن نوری، مولانا محمد عبداللہ قصوری اور راقم الحروف نے دیں قاری غلام رسول اور مولانا احمد حسن نوری نے سورۂ بقرہ کی آیات تلاوت کیں، قبر مبارک

کی تیاری کے بعد زینت القراء قاری غلام رسول نے اعلحضرت کی مشہور مناجات پڑھی۔ ہے

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو!
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو
یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدار حسن مصطفےٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب پڑے محشر میں شور دار وگیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب چلوں تاریک راہ پل صراط
آفتاب ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفےٰ کا ساتھ ہو

حضرت مولانا سید خلیل احمد قادری نے دعا فرمائی سلام پڑھا گیا۔ مریدین نے چادریں چڑھائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دستار بندی وسوئم

سید ابو البرکات عاقبت محمود

۱۳ ھ ۹۸

صاحب کمال فقیہ اعظم

۱۳ ھ ۹۸

شمع تابان پاکستان

۱۳ ھ ۹۸

قل شریف جو کہ مورخہ ۲۶ ستمبر بروز منگل دار العلوم حزب الاحناف کے وسیع وعریض صحن میں ہوئے۔ اس میں علماء و مشائخ اور شہریوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ صبح ہی سے عقیدت مند پروانوں کی طرح کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے آتے گئے قرآن ختم ہوئے اسی مجلس میں حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کی دستار بندی ہوئی، دستار بندی کراچی سے ان کے پیر خانہ کے ایک فاضل رکن حضرت ڈاکٹر پیر سید مظاہر اشرف اشرفی نے کی۔ اس تعزیتی جلسہ میں مقررین نے حضور مفتی اعظم علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کی علمی اور اعتقادی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ دس بج کر ۲۵ منٹ پر دنیائے سنیت کے ممتاز قاری زینت القراء قاری غلام رسول صاحب نے تلاوت قرآن پاک شروع کی سبحان اللہ! سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں تاحد نگاہ سامعین کلام خدائے بزرگ و برتر کے لافانی فیوض سے مالا مال ہو رہے تھے گاہے گاہے سیدی مرشدی! یا نبی یا نبی اور غلام ہیں غلام ہیں رسول کے غلام ہیں۔ کے مقدس نعرے بلند ہو رہے تھے۔ انہیں نعروں کی گونج میں بلبل چمنستان چشت محمد اعظم چشتی مائیک پر تشریف لائے اور بارگاہ سرور انس وجان صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے سے پہلے تمہیدی الفاظ میں کہا :-

"مجھے فخر ہے کہ میری ابتداء جس آستانہ سے ہوئی اور آج بھی وہی فخر حاصل ہے کہ حضور مفتیٔ اعظم پاکستان قدس سرہٗ کے آخری سفر میں سعادت ملی۔ امام اہلسنت اعلیحضرت شاہ احمد رضا خان فاضل

بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار پیش کرنے سے پہلے میری دو گذارشات ہیں وہ سنئے!

۱۔ سید صاحب قبلہ کی خواہش تھی کہ دارالعلوم کے دروازہ کا نام "باب نظام مصطفٰے" رکھا جائے۔

۲۔ میری ذاتی خواہش ہے کہ آپ سے میری عقیدت پچاس برس سے ہے میں جب بھی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا تو سید صاحب قبلہ نے اپنے پوتوں اور نواسوں کو اکٹھا کر کے مجھ سے نعت شریف سنی اسی عقیدت کی بنا پر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ سید صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک سالوں میں نہیں بلکہ مہینوں میں بنانا چاہیے فرداً فرداً سب حضرات اس کار خیر میں حصہ لیجئے چشتی قادری نظامی صابری اور دیگر سلاسل سے وابستہ احباب سے میری یہی درخواست ہے۔"

اعظم چشتی کی اپیل پر ارادت مندوں نے لبیک کہتے ہوئے اس عظیم کار خیر میں حصہ لیا اور درود و سلام کی صداؤں میں اعظم چشتی نے اعلحضرت کی مشہور زمانہ نعت شریف پڑھی۔

؎ واہ کیا جود و کرم ہے شہہ بطحا تیرا

مختلف مقررین نے سید صاحب قبلہ کو خراج عقیدت پیش کئے قبلہ سید صاحب کے برادر زادہ حضرت مولانا ابن الحسنات سید خلیل احمد قادری نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ جو بظاہر ہماری چشم عالم سے چھپ گئے ہیں۔ انہوں نے ابدی اور لافانی زندگی پالی ہے ان کے نورانی برکاتی اور حسنائی فیوض و برکات طالبان حق کے لئے مشعل راہ رہینگے"

لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس شمیم حسین قادری نے کہا :۔

"حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دنیا سے رحلت فرمانا نہ صرف ہمارے سلسلہ کے لوگوں کے لئے نقصان عظیم ہے بلکہ میرا ایمان ہے کہ پاکستان اور عالم اسلام کے لئے بہت بڑا المیہ ہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور رسولؐ کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی ہوتی ہیں ان کے لئے موت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سید صاحب قبلہ ایک عاشق رسولؐ تھے۔ سراپا کرم تھے۔ دین اسلام کا قلعہ تھے ان کا نور پھیلا ہے اور پھیلتا ہی رہے گا۔ اللہ کریم نے مجھے سعادت دی کہ میں نے ان کے حضور سے اکتساب فیض کیا۔ وہ نور جو آپ پھیلاتے تھے وہ آپ کے جانشین، خلفاء اور تلامذہ پھیلائیں گے۔ نور ہمیشہ پھیلتا ہے کم نہیں ہوتا۔ سمٹتا نہیں۔ جو شے بھی اس کے سامنے رکھیں منور ہو گی۔ صاحب نظر جانتے ہیں ایک شمع کے سامنے شیشہ رکھیں روشنی پڑے گی۔ وہ آنکھیں جو ان چیزوں کو پسند نہیں کرتیں وہ کور چشم ہیں۔

؎ دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

میری دعا ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا غوث اعظم کے توسل سے سید صاحب قبلہ کے فیوض و برکات جاری و ساری رہیں"۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی نے فلسفہ موت اور حیات پر محدثانہ انداز میں خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ :۔

"اہلسنّت کا مسلک یہ ہے کہ وہ جیسا ہو گا ویسی ہی اسے موت ہو گی۔ تاجدار مدینہ پر موت کا قانون طاری ہوا روح مبارک قبض ہوئی انبیاء و اولیاء پر بھی وارد ہوئی۔ حضرت علامہ ابوالبرکات قادری علیہ الرحمۃ

دیناے سنیت میں علم وعمل رشد و ہدایت کا مینار تھے۔ان کی وفات عامۃ المسلمین اور علمی حلقوں کے لئے شدید ترین رنج والم اور صدمہ کا موجب ہوئی۔جو خلا اُن کے وصال سے پیدا ہو گیا ہے اس کا پُر ہونا ناممکن نظر آتا ہے۔آپ نظریہ پاکستان کے صرف حامی نہیں بلکہ قیام پاکستان کے مجاہدین میں بھی صفِ اوّل میں تھے۔افسوس ہم ایک عظیم محبِ وطن عالم دین عاشقِ رسولؐ کے وجود سے محروم ہو گئے۔میرا ایمان ہے اور مجھے کہنے دیجئے کہ اخروی زندگی میں نہ دلیل ہوگی نہ برہان وہاں تو مشاہدہ ہوگا اور مشاہدہ ہر دلیل کو باطل کر دیتا ہے لیکن دلیل مشاہدے کو باطل نہیں کر سکتی۔یہ تو عالمِ ناسوت میں بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ دلیل مشاہدے کا مقابلہ نہیں کر سکتی حالانکہ یہاں ناظر و منظور دونوں خالی ہوتے ہیں۔بایں ہمہ مشاہدے کی کارفرمائی مسلّم ہوتی ہے لیکن آخرت کی منزل میں تو ناظر و منظور دونوں باقی ہوں گے۔روح کو بھی بقا نصیب ہوگی اور صاحبِ جمال ذات کا جمال بھی غیر فانی ہوگا۔مشاہدے کی وسعتیں غیر فانی اور غیر محدود ہوں گی۔ناظر بھی باقی ہوگا اور منظور بھی عقبیٰ کی منزل کی ابتدا ہی ایسی بقاء سے ہوگی۔جو کبھی فنا پذیر نہ ہوگی۔بلکہ وہاں فنا کا تصور ہی ناپید ہوگا ہاں مجھے کہنے دیجئے ابدی حسن کی جلوہ گری غیر کی شرکت کو قبول نہ کرے گی۔وہاں غیر کا گذر ممکن نہ ہوگا۔محرم کی انجمن میں محرم بار پائے گا۔سمعٔ بصر اور ایسی ہی دوسری قوتیں جن کا تعلق عناصر سے ترکیب پانے والے انسانی ڈھانچے سے ہے وہاں نہ ہوں گی۔وہاں روح کے احساسات و مدد کا کام دیں گے روح کی اپنی سماعت ہوگی اور اپنی بصارت وجدان و شعور بھی اس کا اپنا ہوگا اور احساس بھی اپنا۔کیونکہ فنا کے بطن سے ظہور پانے

والی چیزیں بھی فانی ہوتی ہیں اور بقا کی دنیا کا ہر کرشمہ باقی رہتا ہے نہ اس کے جلوؤں کو فنا ہے نہ جلوؤں سے لذّت گیر ہونے والے احساس وشعور کو فنا جو احساس وشعور عطا کرتی ہے وہ فانی ہوتا ہے۔ بقا کے احساس وشعور کو موت نہیں وہ مر نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہ ایک باقی ذات کی عطا کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت کاظمی کی ایمان افروز تقریر کے بعد مولانا احمد علی شمیم نے چند اشعار بارگاہِ برکات میں پیش کئے ان کے بعد محمد اکبر ملتانی نے اعلحضرت کی مشہور نعت پڑھی۔

ے چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

علامہ عبد المصطفیٰ ازہری نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

سیّد صاحب کی وفات سے اعلحضرتؒ بریلوی کی ترجمانی کا ایک مینارۂ نور گر گیا ہے۔ ہمیں ان کے فراق کا دکھ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا نعم البدل عطا کرے۔

مولانا سلیم اللہ قادری نے کہا:۔

فقیہ اعظم ابوالبرکات روحانیت کا بے کنار سمندر تھے میں ان کی تربت کو دیکھ رہا ہوں اور وہ مجھ کو دیکھ رہے ہیں آپکی ساری زندگی کا ایک مقصد تھا وہ یہ کہ نظام مصطفیٰؐ کا نفاذ اور تحفظِ مقام مصطفیٰ اسی سلسلہ میں وہ شبانہ روز کوشاں رہے۔ ہر آڑے وقت قوم کی رہنمائی فرمائی مسعود بھگوان کے خلاف فتویٰ دیا۔ اعلحضرتؒ بریلوی کے مشن کو جاری رکھا اور اس خاندان سادات نے پاک وہند میں عشقِ رسولؐ کا پرچار کیا۔ خطۂ پنجاب اس خاندان کے افراد کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا“

مفتی ظفر علی نعمانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

"حضرت سید ابوالبرکاتؒ علم و عرفان کے سمندر تھے اور تقویٰ میں بیمثال ان کی نظیر ملنی مشکل ہے وہ روحانیت کی جلا کرتے تھے وہ مرجع خلاق تھے"
حضرت پیر فضل الرحمان مجددی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:-
کہ میرے والد محترم نور المشائخ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ مجھے باطنی سکون حضرت مفتی اعظمؒ سے حاصل ہوتا تھا۔ جب بھی بیماری میں مبتلا ہوا تو ان کے حضور حاضر ہوا۔ سیّد صاحب تقویٰ، زہد، اخلاق اور استقامت کے لحاظ سے نمونہ تھے۔

شیخ القرآن مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑی نے کہا:-
شیخ عالم وحید العصر پیرو مرشد کا تعارف کیا کرائیں بلکہ ہمارا تعارف آپ کی وجہ سے ہوا کرتا تھا۔ آپ اپنے دور کے سب سے بڑے شیخ، سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے فقیہ و محدث، شیخ الحدیث اور مفتی اعظمؒ تھے آپ کا جاری کردہ مشن ہمیشہ کے لئے جاری رہے گا"
آخر میں نماز ظہر کے قبل ختم شریف پڑھا گیا۔ آپ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید مسعود احمد رضوی نے دعا فرمائی۔ مزار مبارک پر سلام پڑھا گیا۔ چادریں چڑھائیں گئیں۔۔۔۔۔

خلفاء

سید صاحب قبلہ نے رشد و ہدایت کا پیغام اعلیٰ پیمانے پر عوام و خواص تک پہنچایا اور بے شمار مریدین کو درجہ کمال تک پہنچایا۔ آپ کے خلفاء کی تعداد صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکی۔ تاہم آپ کے خلفاء میں مندرجہ ذیل حضرات کے اسماء

علم و عرفان پر مہر و ماہ بن کر چمکے۔ جن کے ذکر اور فیض سے قیامت تک دلوں کی دنیا مستنیر ہوتی رہے گی۔

۱۔ مفتی مولانا عبد الجلیل ہزاروی مرحوم و مغفور
۲ مفتی قاری محبوب علی خاں رضوی مرحوم (بمبئی)
۳ مولانا سید محمد علی رضوی حیدرآباد (برادر نسبتی)
۴ مولانا صاحبزادہ سید مسعود احمد رضوی (فرزند ارجمند) لاہور
۵ مولانا ابن الحسنات سید خلیل احمد قادری (برادرزادہ) لاہور
۶ مولانا شیخ القرآن غلام علی اشرفی قادری اوکاڑوی
۷ مولانا شیخ الحدیث محمد عبد اللہ قادری قصوری
۸ مولانا مہر محمد ہمدم (چھانگا مانگا)
۹ مولانا حاجی محمد علی قادری ناظم جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور

ملنے کا پتہ

شجرہ چشتیہ نظامیہ اشرفیہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

یارب بہ محمد بہر علی بحسن سلطان دیں مددے !

بن زید و فضیل و ابراہیم و حذیفہ امین الدین مددے

پئے ممشاد و اسحاق احمد ہم شاہ محمد بو یوسف !

مودود شریف و ہم عثمان بہ معین و قطب الدین مددے

بفرید و نظام و سراج و علا پئے اشرف و نور العین ولی

بہ حسین و جعفر و ہم حاجی پئے شمس الحق والدین مددے

پئے راجو و احمد و فتح اللہ مراد و بہار و توکل من !

پئے داد و دنیا زولی پئے اشرف نیک ترین مددے

از حرمت شاہ ابو احمد آں اشرفی سجادہ نشین

بہ حضرت سید احمد اے خالق چرخ بریں مددے

شجرہ حضرات عالیہ قادریہ برکاتیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

یا الٰہی رحم فرما مصطفےٰ کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کیواسطے
کر بلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے
علم حق دے باقر علم ہدیٰ کے واسطے

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کیواسطے

بہر معروف و سری معروف دے بیخود سری
جند حق میں گن جنید باصفا کے واسطے

بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کیواسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن و سعد
بوالحسن اور بوسعید سعد زا کیواسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا
قدر عبد القادر قدرت نما کے واسطے

احسن اللہ لہ رزقاً سے دے رزق حسن
بندۂ رزاق تاج الاصفیاء کے واسطے

نصر ابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ
دے حیات دیں محی جانفزا کیواسطے

طور عرفاں و علو و حمد و حسنیٰ و بہا
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہر ابراہیم مجھ پر نار غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کیواسطے

خانۂ دل کو ضیاء دے روئے ایماں کو جمال
شہ ضیاء مولیٰ جمال الاولیاء کے واسطے

دے محمد کیلئے روزی کر احمد کے لیے
خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

دین و دنیا کے مجھے برکات دے برکات سے
عشق حق دے عشقی عشق انتہا کیواسطے

حب اہل بیت دے آل محمد کے لیے
کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پر نور کر
اچھے پیارے شمس دیں بدر العلیٰ کے واسطے

دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر
حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے

کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے
میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے

یا الٰہی بندۂ احمد کو کر میرا شفیع
کر کرم اس پر نبی الانبیاء کے واسطے